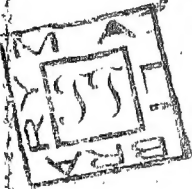




آلہ اللہ علیہ وسلم

# بیاض شاہ



انتخاب افکار



نظامی پرس بدایوں میں طبع ہوا

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U32067



CHECKED-2002  
۲۰۶۷



5 JUL 1949

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
کتاب خانہ لاہور  
۱۳۳۲

غزل - بتاریخ ۱۲ - جمادی الاول ۱۳۳۲ - روز پنجشنبہ بمقام کوہ شریف

گر نکالے نکل نہیں سکتا  
دل کہیں اب ہل نہیں سکتا  
کفِ افسوس کی نہیں سکتا  
منہ سے اپنے نکل نہیں سکتا  
کیوں اسے تو نگل نہیں سکتا  
وہ کسی طرح ٹل نہیں سکتا  
تجھ سے کیا کوئی جل نہیں سکتا  
مجھ سے آگے نکل نہیں سکتا

دل سنبھالے سنبھل نہیں سکتا  
حال بے حال تیری یاد میں ہی  
ہاتھ اٹھائے ہوئے ہوں نیا سے  
قصہ درد دل کا لفظ کوئی  
زہر ہی کیا شراب امی و اعط  
وقت جیسا ہو جو وقت رہو  
کیا نہیں سوز تجھ میں آتش عشق  
لاکھ دشمن کی تیسر ہو رفتار

اس زمانے کا حال خاطر خواہ شاداب کیا بدل نہیں سکتا	
غزل۔ بتایخ رجب ۱۳۳۲ھ بمقام کوہ شریف	
پھنس گئے دام میں کہہ کے قول پلے خلق میں اُس کو سبگتے ہیں نے وفا ہو وہی ابتدا، ہو وہی انتہا وہ ہی شمس الضحیٰ وہ ہی بدرالجبی ہو کہاں کی بقا ہو کہاں کی فنا ہو یہی رات دن اپنی دل سے دعا	کیا بتاؤں تجھیں عشق ہو کیا بلا ایک لب پر مے ہی شکایت نہیں وہ ہی ظاہر ہیں ہو وہ ہی باطن ہیں ہو اُس کا ہی نور ہو ہر جگہ نور بار کوئی اُس سے نہیں ہو جدا غارِ فو بادِ معرفت ہو میسر نہیں
کیا اجارہ کسی کا محبت میں ہو شاد دل ہی تو ہو آگیا آگیا	
غزل۔ بتایخ ۲۱۔ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ روز چار شنبہ بمقام مسند	
مرے منہ سے جلدی لگا دے پیالا وہی کہنے والا وہی سُنے والا نہو خانہ دل میں کیونکر اُجالا	پلا مجھ کو ساقی میں ہوں پینے والا کلمہ سمیع یہ دونوں صفت ہیں اندھیرا ہوا ذکر کرنے سے کافور

پلا کر کیا مست ساقی نے مجھ کو	کہوں کیوں نہ میں بارگاہِ خدا
تہیں دغ سینے پہ میرے نمودار	کھلا ہی یہ قدرت کے گلشن ہیں لا
نہیں ہوں میں ای شیخ پابند مذہب	بہت دن سے یہ ضابطہ توڑ ڈالا
گرا اپنے ساقی کے قدموں پہ جا کر	نشے میں بھی اپنے کو ایسا منجھا
وہ رکتا نہیں کام ہرگز کسی سے	جو قدرت کی جانب سے ہو نیوالا

یہ دین و دنیا میں یو شاد و دہم  
بحق محمد ترابول بالا

غزل بتاریخ ۱۱۔ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ روزِ شنبہ بہارِ مستند

جب ہوا شوق مجھے اپنی خود آرائی کا	حوصلہ بڑھنے لگا چشمِ تماشا کی
زور پر جوشِ جنوں ہو دلِ سودا کی کا	کہیں جھنڈے پہ چڑھے نام نہ رسوائی کا
بند تہی ہیں مری آنکھیں تصویر میں ترے	لطفِ آب آنے لگا عالمِ تنہائی کا
وصل ہو کس کا بھلا اور جدائی کس کی	کس کا دل اور کسے شوقِ جہیں سانی کا
کعبہ و دیر میں چھایا ہو گھٹا ٹوپِ پیہر	جلوہ جب سے ہو عیاں آپ کی یکتائی کا
نہیں آتا نظر اب کچھ ترے جلوے کے سوا	ایسا روشن ہو ستارہ مری بینائی کا
زمینِ گلشنِ عالم کا ترے سرسہرا	ہر طرف شہرہ مچا ہو چمن آرائی کا

یار و اغیار پر اس گوشہ نشینی کے سبب	کھل گیا راز مری عالم تنہائی کا
کیا دلیل اور کوئی لائیکا وحدت کی نشاد یہ جو کثرت ہی ثبوت اس میں ہو کیتائی کا	
غزل بتایخ ۱۴۔ جمادی الثانی ۱۳۳۳ھ روز جمعہ مقام مسند	
کمال حسن بنا باعث حجاب ترا جو اس وچو کے اندر نہو پست ترا یہ کس کے نور سے اس میں ہو روشنی پیدا دکھا و طالعید دیدار کو ذرا جلوا حرم میں یزید ہر سنگ میں ہو کیا رکھا اسی لیے تو اسے صبر کچھ نہیں آتا	تو اپنے واسطے ہی آپ پر وہ صورت کا رکھا ہی عالم کون و فساد میں کیا خاک کہاں سے برق میں بارب یہ آگنی توخی چھپے ہو کس لیے عالم میں کس ہی پروا مقام یار کے بہتے کا ہی دل عاشق بہت ہی کی ہو گئے دل نے فطرب کی شق
بتوں کے قدر کے قصو میں سر بلند ہوں ہیں فر کے واسطے اویشاد منتظر ہوں کھڑا	
غزل بتایخ ۱۴۔ جمادی الثانی ۱۳۳۳ھ روز جمعہ مقام مسند	
دل میں خدنگ عشق مری جان ہ گیا قرآن کیوں نہ جاؤں تیرے ہجر کئے نم	آیا تھا جان کے لیے مہمان ہ گیا دل میں تیرے وصال کا ارمان رہ گیا

کب عشق کی بلا سے رہائی مری ہوئی	نکلا جو دم بھی دل میں ترا دھیان رہ گیا
تیرے نثار کو کشش لذتِ خلش	نکلا خدنگ سینے سے پیکان رہ گیا
ساقی پلاوے بھر کے مجھے اور ایک جام	مستی کا میسرے دل میں کچھ ارمان رہ گیا
فوک مرثہ تک آ کر مرے اشک ک گئے	ہوتا تھا آج نوح کا طوفان رہ گیا
سب جانتے ہیں آپ کو پچاستے نہیں	اتنی سی بات کا ہی تو ارمان رہ گیا
دست جنوں نے کس لیے کی ایسی کوتاہی	جو تار تار ہو کے گریبان رہ گیا

جس دم نگہ ملی مجھے مستانہ کر دیا  
ساقی کا مجھ پہ شاد یہ احسان رہ گیا

عزل بتاریخ ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ روز شنبہ مقام سند

اُس نیت کی محبت میں آخر یہی کراتھا	اپنے سے گزرتا تھا سو جان مرناتھا
ہمیشہ ہوا غنچے کر ہو گے گوش گل	بلبل تجھے گلشنِ بیڑیوں شور نہ کراتھا
مطلوب تھا کون پنا تھا کون بجز اُس کے	کس پر ہمیں نا تھا۔ اہل پہی تو مرناتھا
حالت کہیں کیا اپنی بوجھل کی شب گہری	بچپن یہاں ہم تھے وہاں اُن کو سنو نا تھا

میخانہ میں بلوا کر اُس پر بیڑیاں کو شاد  
احسان یہ کرنا تھا سا غرما بھرتا تھا



## غزل ۱۰۔ رجب ۱۳۳۳ھ مقام سنہ روز شنبہ

لفضان کے سوا مجھے ایس کیا دیا	اک دل غول تھا اُس کو بھی تو نے مٹا دیا
فرقت ہی تیری چھی تھی تیرے صال سے	دل کی لگی کو کیوں مری تو نے جُھا دیا
سودا ہی آخرت کا نہ ہے ہاتھ سے لے	اے گاتھ سے کام یہاں کا لیا دیا
خورشید سر پہ آیا تو سایہ ہوا ہی گم	ظاہر ہوا جب آپ تو ہم کو چھپا لیا
واقعہ نہ تھا میں فی اللہ مری سے سابقا	ناحق مری زبان کو چسکا لگا دیا
عارف نہ ہی ہو اور محقق بھی ہی وہی	جس آدمی نے دل سے خودی کو مٹا دیا
پایا جو اُس کو میں نے کیا شکریوں دا	ہستی کو اپنی راہ میں اُس کی مٹا دیا
ٹھنڈک پڑی کلچے کو دھن سے تیغ کے	قاتل نے جب سے زخموں کو پھپھا لگا دیا
اس سطرے سے ہو گی مری بندگی قبول	صد شکر اُس نے بند کا بندہ بنا دیا
احسان میرے سر پہ ہی کیسا حضور کا	دُڑے کو آفتاب کا ہمسر بنا دیا

قربان کیوں نہ جاؤں میں پروردگار کے  
بگڑی کو میری شاد اُسی نے بنا دیا

## غزل ۱۰۔ رجب ۱۳۳۳ھ روز شنبہ مقام سنہ

فکام کے جو رنے زائل مرثیاب کیا	شکستہ بال پری نے مجھے خراب کیا
--------------------------------	--------------------------------

زمانہ عالم طفلی میں بیخودی کا تھا اٹھائے بارِ امانت کو کوئی اہل نہ تھا سوالِ دل پہ خاموش ہو رہا سن کر بساط کیا تھی مری اور کیا حقیقت تھی شراب نے میں ساقی نے کوئی کیوں کی مریدِ پیرِ مٹاں نے کیا ہو واعظ کو ریا کو چھوڑے اسی شیخِ زور نے کیا حال	شباب ہوش میں لایا مجھے خراب کیا مجھے ہی اس کے لیے اُس نے انتخاب کیا سکوت نے مجھے اُس سے کسک لایا جواب کیا خدا کے نھل نے ذرے سے آفتاب کیا کہ اُس نے ہوش میں لاکر مجھے خراب کیا یہ کام خوب کیا موجبِ ثواب کیا شراب اور گزک سے جوا جتنا ب کیا
--	--

کیا نہ شہاد مجھے اُس نے آج تک دم  
مری دُعاؤں کو ہر وقت مستجاب کیا

غزل بتایں ۱۰۔ رجب ۱۳۳۷ھ روزِ شنبہ مقامِ سند

خیال اب بھی ہو اُن رتک سانی کا سمجھ رہے تھے جسے غیر ہم نہیں ہو وہ غیر خیالِ غیر کو دل سے مٹا کے صاف کر خدا ہی جانے رقیبوں نے کیا لگا دی گ جہاں میں مٹتے ہیں محشوق بیوفا اکثر	کہ دل میں حوصلہ باقی ہو جبہ سانی کا نتیجہ خوب ملا اُس سے آشنائی کا یہی طریقہ ہو اُس سے صفا فی کا کھلا نہ ہم کو سببِ یاری کی رکھائی کا عجب شہرِ شکوہ آہیل س کی کج ادائی کا
--	---

<p>وفا سے ہم بھی نہ ہرگز ملیں گے یاد ہے          کتاب عشق میں ہم نے کافی پڑھ لی ہو          اٹھا حجابِ اپنے میں ہم نے پایا اُسے          وہ محو لذتِ دیدار ہیں کہ بیخود ہیں          زمانہ سارا سحرِ ہی اور حلقہ بگوش</p>	<p>شہرِ اُن کا جو ٹھہرا ہی بیوفائی کا          خیال آہیں سکتا ہو اب ہائی کا          ذریعہ خوب ملا ہم کو رو نمائی کا          خیال کب ہی بھلائی کا یا برائی کا          ملا ہی شاہ کو وہ تاج بادشاہی کا</p>
---	---

فقیر خواجہ کے در کا بنا رہے قسمت  
 ملا ہی تبادلتِ مجھے لطفِ اب گدائی کا

### غزل بتایخ ۱۰۔ رجب ۱۳۳۵ھ روزہ شنبہ بمقام مسند

<p>عشق اب کس سے کریں ہم کو وہ جاناں نہ رہا          جا کے کعبے میں وہ پچوانے لگے اپنے کو          سب کی خواہش ہوئے عرشِ مالِ دوت          شکلی جانبِ در روز بندھی رہتی ہو          کرتے اپنے جوتے تو بتائے کیونکر          نظر آتے ہیں سبھی اپنے غرض کی بندے          تجھ میں ستاری کی کچھ شان ہو ای یارب</p>	<p>بزمِ خلوت نہ رہی عیش کا سماں نہ رہا          ایک مومن نہ رہا ایک مسلمان نہ رہا          کوئی دنیا میں اب اس کا خواہاں نہ رہا          ایک ن بھی تو وہ دلبر کبھی ہوا نہ رہا          گوئے اب وہ نہ رہی اور وہ میدان نہ رہا          نہ رہا کوئی فرائی ترے قرباں نہ رہا          کہ کوئی طفلِ حل میں بھی تو عریاں نہ رہا</p>
---	---

وہ تو موسیٰ ہی کی قسمت میں تھی جلتے گری	پھر کبھی طور پہ تو اس کا ورخشاں نہ
ذاتِ مطلق کسی شے میں بھی مقتید نہ ہوئی	وہ کسی شانِ صفت میں کبھی پنہاں نہ
رات دن ان کو میسر ہو حصوری تیری	کبھی حائل تھے عشاق کا دریاں نہ
بالب شور یہی کہتے ہیں خوں کٹے ہیں	کہ گھڑی بھر بھی وہ ظالم نکال فتاں نہ
کب فاسے میں ملتا تھا یہ بتائے کوئی	کب سا کر مجھے وہ شوخ پیشہاں نہ

وہ تو آزاد ہی پابندی ہر بندہ سے	
نشا دہندو بھی رہا کب جو سلطان نہ	

غزل بتایں ۱۰۔ رجب ۱۳۳۵ روزِ سیٹھ نہ مقامِ مشد

شبِ فراق کا صدمہ سہا نہیں جاتا	بنغیرِ صلِ صتم اب رہا نہیں جاتا
اگر یہ دل مر تم سے لیا نہیں جاتا	تو پھر غمِ غیر کو ہرگز دیا نہیں جاتا
بتوں کے عشق نے کافر بنا دیا مجھ کو	ہی سچ تو یہ کہ مسلمان ہوا نہیں جاتا
دل اپنا پردے کا گھر ہو خوشی سے آپ ہیں	یہ وہ مکاں ہی جہاں دوسرے نہیں جاتا
کہاں سے گردشِ سیارائی قسمت میں	کہ مجھ سے ایک جگہ اب ہا نہیں جاتا
اگرچہ پیر ہوں لیکن جواں ہی عشق مرا	بنغیرِ نالے کے مجھ سے رہا نہیں جاتا
نشیلی آنکھوں کا جس وقت سے تصویر	خیالِ دل سے مرے جام کا نہیں جاتا

کس نہ کس لیے مخلوق مجھ کو سودائی	خیال دل سے تری لٹ کا نہیں جاتا
نظر سے یار کی صورت کبھی نہیں چھپتی	جو اپنے دل کا ہی وہ مدعا نہیں جاتا

ہزار تیری جفا ہو ہزار ہو بیاد  
ہو عشق شاد کو دل سے ترا نہیں جاتا

غزل بتایخ ۱۳۰ شعبان ۱۳۳۳ھ روز یکشنبہ بمقام آئینہ خانہ

موجود جو ساقی ہو تو پھر کیا نہیں ملتا	ہم اس کے ہیں کیا سا غوینا نہیں ملتا
یاشک کا قطرہ ہو مرے ویدہ تر کا	ایسا تو کبھی گوہر کیتا نہیں ملتا
کیا خاک نظر آئے سہر طو بھلا اب	اس آنکھ کا اکب کوئی بھی موسیٰ نہیں ملتا
کیوں چھانتے ہیں خاک بیابان کی عاشق	مجنوں کی طرح ناقہ ریسے نہیں ملتا
اپنے کو اگر ہو تو حنرا پر ہو بھروسہ	دنیا میں کوئی اور سہارا نہیں ملتا
موسیٰ ہی ہے ہائے نہ وہ طورہ ہر باقی	ای آنکھ کہیں اب وہ تجھ لی نہیں ملتا
اس عالم تکوین میں عیاں جلوے ہیں لیکن	اب کوئی اُنھیں دیکھنے والا نہیں ملتا
ہر ذرے میں ہو تو چمکتا ہوا اُس کا	لیکن کوئی اب محو تماشا نہیں ملتا
نیت ہو اگر خیر تو پھر اس کو کمی کیا	انسان کو کیا تہ اعلیٰ نہیں ملتا
مانگے جو باخلاص کوئی اپنے خدا سے	کیا چیز نہیں دیتا وہ کیا کیا نہیں ملتا

ای شہاد اگر در محبت نہیں دل میں  
یہ بات ہے یا دوسیا نہیں ملتا

غزل بتایخ ۳۔ رمضان ۱۳۳۳ھ روز جمعہ بمقام مسند

ہاں اب اصر بھی دیدہ غماز دیکھنا زندہ کرے گا مجھ کو نہ اعجاز دیکھنا میری طرف ذرا بتِ طناز دیکھنا ہوفا ہو اس سے کون سرفراز دیکھنا اس عندلیبِ عشق کی پرواز دیکھنا افشا کسی طرح نہ ہو یہ راز دیکھنا	کل جائیگا دلوں کا جوہر راز دیکھنا کشتہ ہوں چشمِ مست کا تیری میں سا قیا کیا سوزِ نشِ عوض ہو وفا و نیاز کا ہیں مٹتی بھی جمع تو حاضرِ نیت بھی کثرت میں ہے کہ کرتا ہوں حدت کی پیروز کہتی ہے مجھ سے روپ بد لکھری کئی
--	--

شہاد بتائے عشق میں لائے ہیں جان کے  
انجام کیا دکھائے یہ آغاز دیکھنا

غزل بتایخ ۱۳۔ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ روز چار شنبہ بمقام اورنگ آباد باغ اوقلیہ

کانِ عرب سے لعلِ نخل کر سرتاج بناسواروں کا  
نام محمد اپنا رکھا سلطان بناسواروں کا

باندھ کے سر پہ سبز عمامہ کا ندھے رکھ کر کالی کلی  
 ساری حسدائی اپنی کر لی مختار بنا مختاروں کا  
 تیرا چرچا گھر گھر ہو جلوہ دل کے اندر ہے  
 ذکر ترا لب پر جاری ولد ار بنا ولد اروں کا  
 روپ ہو تیرا رتی رتی تو رہو تیرا پتی پتی  
 مہر و مہ کو تجھ سے رونق نور بنا سیاروں کا  
 تیرے عرق میں گل کی بو، قامت تیرا سرو چو  
 بس گئیں کلیاں طیبہ کی بھاگ کھلا گلزاروں کا  
 اُمّی گو سب کہتے تھے علم لدنی کا تھا علم  
 راز بھرا تھا سینے میں قرآن کے تیسوں پاروں کا  
 بو بکرو عمر عثمان و علیؓ تھے چار عناصر ملت کے  
 کثرت وحدت میں ہی جیسے حال تھا ان چاروں کا  
 کسب تجلی کرتے تھے چاروں ایک ہی مہر نبوت  
 بخت رسا تھا بیچ شرف میں تیرے چاروں پاؤں کا  
 بادۂ عرفاں دیا ہی ساقی وحدت کے میٹھا تر ہے

# شاد مقرر فصل خدا سے جاگا اب منجواروں کا

غزل بتاریخ ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۳۵ء روز شنبہ بمقام اجمیر شریف کوٹھی

بھرت پوروالی رانی

<p>آیا بسنت لسیکے یہ موسم بہار کا کچھ اور رنگ ہو گیا لیل و نہار کا جو بن برس رہا ہے عروس بہار کا کیا کہنا اُن کے لطف کا اور ان کے پیار کا سر سے طواف چاہیے ان کے مزار کا پھر حال پوچھتے شکیب و قرار کا کہنا ہی کیا ہے میری شبِ انتظار کا لیتے ہیں امتحانِ دل بقرار کا</p>	<p>ہرمت زرد رنگ ہوا سبزہ زار کا طیسو جو چھو لا دشت میں اس سالِ ناز کا مرد پر یہ خواجہ کے ہر عیانِ نگاہِ عشق کا وہ ایسے بھول جاتے ہیں گم یا نہیں ہر یاد کا یہ بارگاہِ شاہِ ادب کا مقام ہی لیتے نہیں خبر مرے دل کی ہر اذیت کا آنے کی آرزو میں ہوئی صبح وہ نہ آئے ہنستے بھی جاتے ہیں ٹھٹھرتے بھی ہیں آپ کا</p>
---	---

اس کی بقا کے ساتھ ہماری بقا ہو شاد

ہر زیست نام ہستی نا پائدار کا

غزل بتاریخ ۱۷ جولائی ۱۳۳۵ء روز دوشنبہ مقام تاج محل

<p>وہ نہیں مٹا جو ہی لکھا ہوا تقدیر کا</p>	<p>کیا سکایت ہے فلک کی کیا کلامِ تیر کا</p>
--	---



جو ہر آئینہ ہوں میں عکس نہیں تجھ شید کا  
 بعد مدت کے پیچھا سنگدل کا دل کہیں  
 اکی ماں ابرو ادھر ناوک لگنا تاک کر  
 کیوں نہیں دل دشمنوں کے میرے قبضہ میں چلا  
 تخرقہ رقیبوں ہی توں پر دل میں ہوش و شوق تیرا  
 دشمنوں سے ہی مدار دوستوں سے انتقام  
 ہیں جو اس خمیسے سے سب مطیع پنجتن  
 اُس کے کانوں تک سائی ہو گئی فریاد کی  
 بیتنی ہی جس کو ل پر قدر ہوتی ہے اُسے  
 اس کے در کی خاک بن کر خود کو کرنا پامال  
 تھی خطا دل کی سزا دیتا ہے وہ ظالم مجھے  
 ہوں سپاہی زادہ جوہر جانتا ہوں تیرے  
 حملہ ہو جائیں فرائض سب اولاد کے  
 اب نہیں مجھ کو تمنا خلعت منصب کی کچھ  
 اگر نہیں یہ بھی تو بس ہے فقر کا خلعت مجھے

ہے مرا نقشہ ہی نقشہ یار کی تصویر کا  
 اب ہوا قائل میں پنی آہ کی تاثیر کا  
 ہے نشانہ ایک میرا دل ہی تیرے تیر کا  
 مانتے ہیں سب عدو لوہا مری شمشیر کا  
 واعظ آیا ہے پہن کر جامہ کیا ترویر کا  
 ہاتھ آیا ہے مرے نسخہ یہی تسخیر کا  
 ہے عقیدہ میرے دل میں حضرت شہید کا  
 کیوں نہ میں احسانوں نالہ شب گیر کا  
 کیا کوئی احوال جانے عاشق و گھیر کا  
 یہ فقیری میں مجھے نسخہ ملا اکسیر کا  
 مجھ سے کہتا ہے کہ تو ہے مستحق تعزیر کا  
 اور اُس پر ہوں دھنی تحریر کا تقریر کا  
 ہوں ادایہ فرض اضافہ ہوا اگر جاگیر کا  
 دل مرا خواہاں ہے لیکن عزت تو قیر کا  
 آسمان بس ہے معین الدین چشتی پیر کا

ہوں موصد شہاد میں مشرب ہو میرا کل

دینے دو فوقے اگر دیں شیخ جی تکفیر کا

غزل بتایں ۳۰۳۔ جب ۳۳۳ روز شنبہ تمام مند

مجھے ان آنکھوں کا مستانہ بنایا ہوتا

مجھے پہلے ہی سے پروانہ بنایا ہوتا

میرا دل تو نے فقیرانہ بنایا ہوتا

کاش اس سے کوئی پیمانہ بنایا ہوتا

بہت اچھا تھا جو ویرانہ بنایا ہوتا

گیسوئے یار کا دیوانہ بنایا ہوتا

دل صد چاک کو پھر شانہ بنایا ہوتا

لیلیٰ قیس کا افسانہ بنایا ہوتا

مجھ کو اپنا ہی سافرانہ بنایا ہوتا

مثل کبے کے صنم خانہ بنایا ہوتا

چشم ساقی کو تو پیمانہ بنایا ہوتا

شمع رخسار کا گر عشق دیا تھا یارب

ہنیں شاہی کی ہوس اور نہ حرص دینا

خاک برباد نہ کرنی تھی مری بادہ فروش

حسرتوں سے ہو الہی مرا سینہ آباد

دل وحشی کو مرے روز ازل سے یارب

کسی معشوق کی زلفوں میں چا بھنا تھا

غم میں اُن کے جو مری جان پیتی اُس کو

تھانہ منظور جو دیوانہ بنانا مجھ کو

کاش یارب دل کا فری کی سستش کے لیے

دل میں معشوقوں کے تو نے بنایا ہو گھر

شہاد بہتر تو یہی تھا نہ بنایا ہوتا

## غزل بتایخ ۱۵۔ رجب ۱۳۳۳ھ روز پچھترہ مقام تاج محل

جو سودا ہو شوریدہ سر بھی رہے گا	جو ہی عشق سوزِ جگر بھی ہے گا
تصویر میں ہر جائے ڈھونڈینگے اُس کو	وطن میں رہیں گے سفر بھی ہے گا
کیا یہ سمجھ کر دل اُن کے حوالے	جو دل ہوگا تیر فطر بھی رہے گا
تصویر میں زلفوں کے دیوانہ ہوں میں	مرے سر میں وراں سر بھی ہے گا
جسے ہوگی دنیا کے دوں سے محبت	تو کیسے میں پھر اُس کے نہ بھی ہے گا
نہ جائے گا خالی کبھی جذب الفت	اگر عشق ہوگا اثر بھی ہے گا

سپاہی جو ہو شاد تو یاد رکھنا  
دہم رزم سینہ سپر بھی رہے گا

## غزل بتایخ ۱۵۔ رمضان ۱۳۳۳ھ روز یکشنبہ مقام تاج محل

خمار اور گیسوئے خمار ہو گیا	ابروئے یار کا یہ طرفدار ہو گیا
نے عشق یک مرض تھی مجھے اپنی زندگی	اچھا ہوا جو عشق کا آزار ہو گیا
دل اُس کے عشق سے کبھی ہٹا کرتا	تیغِ فراق سے جگر افکار ہو گیا
ایمان اور کفر کے جھگڑوں نے کیا	اک دلِ دو آفتوں میں گرفتار ہو گیا
وعدے کی بات اُس کے وہ کیا ہوئے میرے	خوابیدہ بخت تھامرا بیدار ہو گیا

کیونکر نہ کھائیں خار و اس بہا ہے	وہ رشک گل گلے کا مے ہار ہو گیا
بیٹھے بٹھائے گھر میں یہ ولت ہوئی نصیب	اُس ماہ و ش کا خواب ہیں یاد رہو گیا
بازا و عشق میں یہ سودا کیا ہے آج	ایمان ہے کے اس کا خریدار ہو گیا

کیا اُس کو سمجھ ہو وہ پرانا ہی بادہ کش  
کب پارسا تھا شاد جو میخوار ہو گیا

## رویت (ب)

غزل بتایخ ۱۹۔ رجب ۱۳۳۳ ہجری

جو ہر پہ پڑ گیا ہی عرض کا یہ کیا نقاب	خوشی دینے والے کا خود ہو گیا حجاب
طالب ہوں بیخودی کا نہ کر دیر ساقیا	صدقے میں تیرے منہ سے لگائے خم شراب
غائب کا ہی شہود میں ہ نور جلوہ گر	موجود ہر وجود میں ہی مثل آفتاب
مضرع عشق سے مجھے چھپڑے اگر کوئی	مجھ سے صدائے دوستی صورتِ باب
کیا میں کھاؤں تم کو کلمات عشق کی	ہر قطرہ بحر ہی تو ہی ہر ذرہ آفتاب
عرباں تنی ہماری ہمارا ہی پیرا ہن	لاؤ نعم کا شور ہی افسانہ کتاب
چھایا ہوا ہی نور یہ کس کا جہان میں	ہر برگ و بار سے دعیاں جلی آفتاب

میری طلب ہے اسی ہی تیری بڑی جناب	ڈرے کو آفتاب بنائے میں ہیں ہو دیر
	تجھے ہے جو اس کی ذات کا عالم میں فخرِ رشاد لیلیٰ کا چہرہ قیس کے باعث ہو بے نقاب
ردیف (ر)	
غزل بنایچ ۳۔ ربیع الثانی ۱۳۳۵ء روز پنجشنبہ مقام سندھ	
<p>ساقیا رندوں کی آنکھوں میں ہے دُغم بہار خاکساری کو پون شیوہ ہو ہوں میں خاکسار یا الہی کس طرح دونوں سبھوں کا رنگار دوڑ کر پیرو جاں کرتے ہیں مجھ کو گنگسا کیا بھروسہ عمر کا کیا زندگی کا اعتبار بعد مرنے کے وہی باقی رہیں گے یادگار کس کا آنا کس کا جانا اور کس کا انتظار</p>	<p>ایسی ڈرے جس سے کچھ پہنچے نہ تکلیفِ خار خاک کا پُتلا بنا یا الہی مجھے اللہ نے ایک دل میں ابھڑ دیا بھی عجبے کا بھی ڈر واہ بے جوش جنوں جس سے جاتا ہوں وقت جو گزرتے غنیمت تو اُسی کو جان جو عمل نیکی بدی کے ہو گئے دنیا میں تے چاہتا ہوں تو جسے وہ ہر جگہ موجود ہی</p>
کب میں خالی باغ و صحرا اور دشت کو ہستا	اُس کا نور پاک کچھ دیر و حرم ہی نہیں

<p>کر ہوں مصروفِ عبادت اللہ جن کو کیا          آپ اپنے کو جو پہچانے یہی ہے معرفت          صبر اور استقلال لازم ہے بیک وقت          ہو تو رلا کچھ بھی مرد سپاہی میں تو کیا          قدرتیں سب کچھ ہیں کچھ کر نہیں سکتا بشر          ہاں لگادے منہ سے خم از ساقی زیا نال</p>	<p>محو ہیں جب فکر میں اس کے گیا ہنہ زار          ذرہ ذرہ میں ابھی ہوا اس کا جلوہ آشکار          عقل کو بیکار کر دیتا ہے دل کا انتشار          کام دیتی ہے فقط ہمت بوقت کارزار          اور کیا تم کو بتاؤں کیا ہے جبر اختیار          چشت کے میخانہ کا میں ہوں پرانا بادہ خوار</p>
--	--

شاد کی سب کلیر آسان ہو جائیں گی  
 فضل کر ہو جائے تیرا دم پروردگار

### غزل بتایں ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ روز شنبہ مقام سند

<p>عشق منظور ہو کر سوزِ جگر پیدا کر          تیری فراہ سے کیا خاک پیچھے کوئی          نیک نامی ہو جو منظور نہانے میں تجھے          عشق کہتے ہیں کھیل نہیں لڑکوں کا          شمع بنتا تو ہو دُشوارِ حقیقت میں گر          طاعتیں گر نہیں تیں تو خطائیں ہی ہی</p>	<p>دیکھنا ہو جو اسے پہلے نظر پیدا کر          اپنے دل میں تو ذرا پہلے اثر پیدا کر          سیکھ تو علم کوئی یا کہ ہنر پیدا کر          سوزِ نہاں سے ابھی دل میں اثر پیدا کر          مثلِ پروانہ ابھی سوزِ جگر پیدا کر          جس طرح ہڈی محبوب میں گھر پیدا کر</p>
---	--

<p>نہ سہی کعبہ تو بت خانہ ہی اچھا ہوتا تھا سجدہ کرنے کے لئے کوئی تو درپیدا کر</p>	
<p>غزل بتایں ۲۰ شوال ۱۳۳۲ بروز یکشنبہ بمقام تاج محل مبارک</p>	
<p>ہوا بیگانہ عالم سے میں تیرا آشنا ہو کر یقائے انہی حاصل ہوئی تجھ میں فنا ہو کر تو ہی کس سے کہاںوں گائیں تجھ سے جدا ہو کر بلی کہنا مرانا زل ہوا مجھ پر بلا ہو کر</p>	<p>کیا حال ہی روز ازل سے مبتلا ہو کر یہی معراج ہی قطرہ کا دریا میں فنا ہونا ہمیشہ وصل ہو حال نہیں م بھر کو کئی دوری بلی کہہ بلا میں کہیں گیا میں بے غفلت</p>
<p>ق</p>	
<p>نہ پہچانوں گا کیا میں تم کو صوفی آشنا ہو کر اسے کعبہ بنا کر تم رہو شانِ خدا ہو کر</p>	<p>حقیقت آشنا ہوں تھپکے جاؤ گے کہاں مجھ سے بے کیا دل کے مندریں بُت بکریہ صبا</p>
<p>نہیں بھولا وہ قولِ سخنِ اقربِ دہر اس کو بھلا کب شاد رہ سکتا ہو تم نے دوسرا ہو کر</p>	

## ردیف (ق)

غزل بتایخ ۱۰ اذی الحیۃ بمقام تاج محل

<p>بلبل پرستی ہیں حدِ گلستاں میں بیت          نہیں کچھ شبہ و شک اس میں جو الحق الحق          نہ اسے رنج ہی نہ فکر نہ ہی کوئی قلق          ہوئی اس شکل میں ہر تری ذاتِ مطلق          کس طرح پانی کا آتش پہ الہی ہو سبق          تو نے ہی قالبِ آدم کو یہ سنجشی دی          کیا ہوا لاکھ کتابوں کے لٹکے جو ورق          اپنی ہستی کو ہوئی ذاتِ تیری و فوق          کیوں کنارے پہ نہ جا پہنچ بھلائیہ ورق          کیسے آباد ہوا تجھ سے ہی پراں جو حق          جس آنکھوں میں چکا چوندہ شامِ بخت          یاہن یا کہ ہو فسرپ گلاب و زنبق</p>	<p>تو ہی واحد تو ہی قادر ہو قدرِ مطلق          ذاتِ برحق ہی تری اور صفات و اسما          ترے حال کو ہمیشہ ہی نصیبِ طینان          خلقِ آدم ہنرِ مان ترا برحق ہی          واصلِ ذات کو دو رخ سے خطر ہی کیا ہی          لہذا الحیدرِ تسل الروح کا اسرار کھلا          معرفت کا جو سبق ہی وہ بکار آمد ہی          خاک کے پتلے کی کیا خاکِ حقیقت کہیں          ناخدا سب کے سفینے کا بنا ہی جب تو          دل ویرانہ بھی آباد تجھی سے یارب          نور کیا دیکھے نہ ہو جس کو بصیرِ حال          دیکھنے والا تجھے دیکھے ہی ہر صورت میں</p>
---	---



ترے مستوں کا جو خلعت ہو وہ ہر طرف کلیم	لاکھ پہنے کوئی کمخواب کوئی استبرق
جو نہ پہچانے تجھے اور نہ دیکھے تجھ کو	اس کے چہرے پہ امانت نہ کیوں آعرق

ہو دعا شاد کی یا رب کہ بوقت آخر  
نظر آئے اسے بس تیرا ہی نورِ مطلق

## ردیف (ک)

غزل بتاریخ ۲۴۔ رمضان ۱۳۳۲ھ مقام ہند

یہ کس کی امنگ کس کا ہو ڈھنگ	یہ کس کا ہو روپ کس کا ہو رنگ
قربان ہیں تیرے کیسے نیرنگ	ہر رنگ میں رنگ ہیں ہزاروں
اُس نے اپنا ہی بھر دیا رنگ	تصویرِ بشر ہو کیوں نہ مرغوب
آئینہ بھی دیکھ کر ہوا رنگ	جس وقت نظر پڑی کسی پر
ہو دیر و حرم میں کس لیے جنگ	تو ہی تو ہی تو پھر ہٹا دے
مرغوب ہو سب کے یہ خوش آہنگ	ہو نالہ مرا عجب سُرِ یلا

جب عقدہ کشا وہی ہوا ک شاد  
کس واسطے پھر ترا ہو دل تنگ

## ردیف دل

غزل بتاریخ ۱۴- ربیع الثانی ۱۳۳۵ء مقام مسند

ماچند اُس کے جور کے صدمے اٹھائے دل	پتھر نہیں ہی سینے میں جج تائب لائے دل
مشہو اُس کا ہو کے ہیں بدنام ہو گیا	اب وقتہ رفتہ دیکھیے کیا کیا دکھائے دل
آئے اگر وہ غیرت گل بھرے باغ میں	دل شادیاں غبان ہوا اور بھول جائے دل
کس طرح بیوفا پہ کرے کوئی اختیار	کس طرح اُس سے کوئی بچھڑنا لگائے دل
در پردہ اپنا کام یہ کرتی ہوا تین	قال کی تیغ ناز سے کیونکر بچائے دل
ہم اُس سے کیا ملے کہ بس اپنے سے کھو گئے	تھی عاشقی میں اُس کی ہی تو سزا لے دل

میں پیچھا ہوں مفت چو ہو مشقری کوئی  
ارزاں ہو اُس سے شاد کو کیا پائے دل

غزل بتاریخ ۴- شعبان ۱۳۳۵ء ہجری

لیا تم نے جو میرا دل حسابِ دوستانِ دردِ دل  
گلا کرنے سے کیا حاصل حسابِ دوستانِ ہول  
تمہاری بیوفائی کا عیث ہو گر کروں شکوہ

چلاؤ تم نہ میرا دل حسابِ دوستانِ دردِ دل  
 نہ شرماؤ ذرا آئینہ کو دیکھو ان آنکھوں سے  
 اٹھاؤ پردہٴ محلِ حسابِ دوستانِ دردِ دل  
 حسدِ چھوڑو تعصب کو مٹاؤ بغضِ جانے دو  
 کرو تم صاف اپنا دل حسابِ دوستانِ دردِ دل  
 ستانے سے مجھے تم کو مرزا آتا ہی اچھا ہی  
 نہ ہو گا اس سے کچھ حاصلِ حسابِ دوستانِ دردِ دل  
 کرو ایفا ذرا وعدہ شکایت کیا ہی شکوہ کیا  
 کہ تم سے ہو گی حلِ مشکلِ حسابِ دوستانِ دردِ دل  
 تمہیں سے اُس کو زینت ہی تمہیں سے دل کو راحت ہی  
 مسرت کی ہی یہ محفلِ حسابِ دوستانِ دردِ دل  
 نہ ہو غافل رہو ہمشیار اُس کی راہ میں ہر دم  
 یہی ہی تختِ اک منزلِ حسابِ دوستانِ دردِ دل

نہ کہہ ہو نہ منہ رہی سمجھتے کیا ہو تم ہی شاید  
 خدا کا گھر ہو میرا دل حسابِ دوستانِ دردِ دل

غزل بتاریخ ۳۰ جمادی الثانی ۱۳۳۵ء مقام تاج محل روز جمعہ حسب فرمائش

کلیسی شاہ

کیا نہیں تھا مستحق میں تیرا المعانِ جال	طور پر جا کر گری کیوں قتا بانِ جال
زلف رخ دونوں کی دشانین الی تری	ایک ہوشاں جلالی دوسری شانِ جال
کنٹ کنڑا کہہ کے پھر اپنے کو ظاہر کیا	کس طرح ممنون ہوں تیرا احسانِ جال
اپنی ہی ہستی کو سجدہ کرتے ہیں ہم سو بسو	جس طرف دیکھو نظر آتا ہے سلطانِ جال
رب ازنی طور پر موسیٰ نے بھی جا کر کہا	میرے ہی ل میں نہیں ہے صرف بانِ جال
نورا پتا ہی نظر آتا ہی ہم کو ہر طرف	ہیں بجائے جلوے ہر وہم ہیں شایانِ جال
لالہ گل میں نظر آتی ہیں جو رنگینیاں	کہتے ہیں عشق لے خونِ شہیدانِ جال
اگیا جس شان میں رکھ لیا اک نام بھی	آپ اپنے کو پکارا میں ہے سلطانِ جال
میری ہستی ہی سے ہیں ساری جن آئیناں	کیا کوئی اس کے بوجھ میں ہو گلستانِ جال

تا جبکہ دیرو حرم میں تو کر گیا جستجو  
اپنے ہی میں وہ نہاں ہوا شاد سلطانِ جال

## ردیف (م)

غزل۔ مشاعرہ عرس حضرت داغ مرحوم بتاریخ ۲۵۔ صفر ۱۳۳۵ھ روز یکشنبہ

بمقام مسند مبارک

لیکن ہست سختی بھی مری جاں فلک کے ہم	ہیں لاکھ تیرے عشق میں قابلِ جفا کے ہم
چھوڑا نہ اُس کا عشق ہل سیسے بلا کے ہم	دیوانے ہی ہے تری زلفِ نازکے ہم
عاشق ہوئے ہیں جسے کسی مہ لٹاکے ہم	شکرِ خدا کہ اوج پہ اپنا نصیب ہے
پالے پڑے ہیں ایسے دل مبتلا کے ہم	چھوٹا کبھی نہ چھوٹے گا اُس بیوفا کا سہم
قائل نہیں کبھی بھی کسی پارسا کے ہم	طاہر ہیں تو یہ دل میں ہے شوقِ تری ناب
خواہاں مسیح سے بھی نونگے وفا کے ہم	نور و درو۔ درو عشق کا اپنے علاج ہے
قائل نہیں ہیں شیخ تری اس عاکے ہم	حور و قصور کے لیے کرتا ہے تو دُعا
روزِ الست ہیں فدا اس بلا کے ہم	دیوانے تیری زلف کے مشہو ہو گئے
کہلاے جاں نثار کسی بیوفا کے ہم	کس طرح ہونہ قدر ہماری جہان میں
پابند ہو گئے تری زلفِ رسا کے ہم	قیدِ جنوں سے اب کیج سکتے ہی نہیں
قائل فنا کا تو ہے تو قائل بقا کے ہم	کس طرح شیخ ہم کہیں مرنا ہو ایک ن

<p>ہوتے ہیں جبے وردیں صل علی کے ہم  ابٹاٹھ دھو کے پیچھے پڑے ہیں حیا کے ہم  شیدا ہیں دل سے فرنیچر و بوریا کے ہم  اپنا خدا ہی اور ہیں بنے خدا کے ہم  ہیں ابتداء کے آپ تو ہیں انتہا کے ہم  محتاج ہیں شہ کے نہ ہیں کچھ گدا کے ہم  پابند تابیہ کی رہیں خوف رحا کے ہم  جب یہ سمجھ لیا کہ ہیں خوگر جفا کے ہم  پیغام اپنا یا رہ کو خود دیں گے جفا کے ہم  قابل عطا کے غیر ہوا لائق سزا کے ہم  بیٹھے ہیں پہلے ہی سے تجھے آزما کے ہم  ایسے ہی اور دیں ٹھنڈی چار لاک کے ہم</p>	<p>ذاکر رسول پاک کا کہتے ہیں سب ہیں  دیکھیں تو پر وہ ہم سے کہاں تک کہینگے وہ  مسند پر بیٹھنے کے وہ دن اب کہاں ہے  ہو وحدت الوجود کا یہ صاف مسئلہ  معبود و عبد کی یہی شان نزول ہو  بندے ہیں ہم غنی کے غنی ہو ہمارا دل  اوتے تیار کر دے ہیں بھی توبے نیاز  ترک جفا ہو لطف کا ہم پرستم ہو اب  پیغام بر سے دل میں لاروں ہیں سے  سرکار حسن میں بھی ہو اندھیر کس قدر  دل وعدہ وفا پہ دیا ہو نہ دیں کبھی  دل دے کے ہمیں غضب میں فرمائیں انجی ہو</p>
--	--

دیتا ہو ہم کو شاد سبھی کچھ وہ بے طلب  
قرآن کیوں نہ جائیں گے ایسے خدا کے ہم

## ردیف (ن)

غزل بتاریخ ۱۸ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ چہار شنبہ بمقام کوہ شریف

تیری حکومت تیری عظمت تجھ کو یارب زیب و شایاں  
 تیری جلالت تیری قدرت جس نے دیکھی ہو گیا حیراں  
 غیر نہیں ہو اور نہیں ہو۔ دونوں جہاں میں کوئی نہیں ہو  
 تو ہی بیکتا تو ہی رہے گا سمجھے گا اس کو جو ہو انساں  
 گل بھی ہیں تیرے شاخ بھی تیری خار بھی تیرا بھی تیرا  
 تیرا چمن ہی تیرا وطن ہی۔ تیرنی زمین و چرخ گرداں  
 آئینہ تو ہی۔ عکس بھی تو ہی۔ صورت تو ہی۔ معنی تو ہی  
 اول تو ہی۔ آخر تو ہی۔ تو ہی عیاں ہو۔ تو ہی پناہاں  
 تجھ میں ہی قدرت سب کے بڑھکر شان ہو تیری مدح والے  
 عاجز آدم۔ حیراں ہر دم۔ فضل ہو نا دم۔ فہم پشیاں  
 سن لے یارب میری دعا تو۔ تیری مدد کی اب ہو حضرت  
 عاجز ہوں دشمن سے اپنے حال ہو میرا اب تو پریشاں

کوئی نہ حامی کوئی نہ مالِ اپنی اپنی سب کو سوچھی  
تیرا بھروسہ مجھ کو ہو مولیٰ شاک کو کر دے اے تیرا خدا

غزل بتاریخ ۸۔ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ مقام مکہ شریف

وہ بے وفا جو حال پہ اب مہربان ہیں	منظور ہے ستا مراد امتحان نہیں
کیا اپنی زندگی کی سناؤں میں انسان	اک اے ازہر جو لائقِ شرح و بیان نہیں
وہ مرغ ہوں کہ دامِ محبت ہی گھر مرا	دل میں تو اس کہ ہوں میں لگا آشیان نہیں
پاس نہک ہو مانعِ اظہارِ مدعا	شکوہ کروں میں کیا مری بس میں باں نہیں
اگلی سی مجھ سے اس کو محبت نہیں ہی	اس کا ثبوت یہ ہی کہ وہ بدگمان نہیں
گر دیکھنا ہو اُس کو تو بس مجھ کو دیکھ لو	مجھ سے عیاں نہیں ہی تو پھر کچھ نہاں نہیں
بس اب سنا نہ مجھ کو کہ طاقت نہیں ہی	برداشت کیا کرو کہ وہ تابِ توان نہیں
اب تو ذریٰ سی چھٹی پہ بھرتا ہوں اہ میں	واللہ مجھ میں طاقتِ مضبوطِ قناں نہیں
طفلی سے دیکھتا ہوں طبیعتِ ثمر پر ہی	کچھ مختصر شباب ہی پتہِ شوخیاں نہیں
و دشمن ہزار پر سر آزار ہو تو کیا	اللہ میری جان کا کیا پاساں نہیں

کافی ہے لطفِ حق مجھے اے شادِ خفیا

ہاں میرے حال پر جو کوئی مہربان نہیں



غزل بتاریخ ۸۔ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ بمقام کوہ شریف

<p>ہو فاپنا یہ دل پاسداری کیا کروں اپنا سمجھوں میں کسے بیگانہ سمجھوں کس میں کس کے در پر جاؤں میں کس کروں بار سوال وصل کی تھی جو تمنا آج پوری ہو گئی فقر سے عزت ہو میری فخر ہو میرے لیے کہتے ہیں مجھ کو گوائے خواجہ سار الٰہیت</p>	<p>غم کروں کس کے لیے ٹکساری کیا کروں دوست بھی شبن بنے ہیں ستاری کیا کروں نا اُمیدی جب تُو اُمیدواری کیا کروں بیقراری تھی کبھی اب بقراری کیا کروں چھوڑ کر باطن کی شاہی تاجداری کیا کروں مستعوم ہی کہو اب شہریاری کیا کروں</p>
---	--

نشہ وہ سرس ہو میرے جو نہ اترے گا کبھی  
شاداب تم ہی کہو میں یادہ خواری کیا کروں

غزل بتاریخ ۱۰۔ رجب المرجب ۱۳۳۳ھ بمقام کوہ شریف

<p>خانہ دل کبہ ہی یہ کوئی بتخانہ نہیں نہ تو حید ہم سے سُن کے واعظ لاگ کا ہی یہ کاشانہ کسی کا اپنا یہ خاکی وجود آنکھ سے اُس نے ملائی آنکھ کیفیت ہوئی ذکر سے رندوں کے واعظ تو بھی وہ نہیں</p>	<p>بے دھڑک جاؤ اس میں کوئی بیگانہ نہیں اپنی بیٹی ہی یہ کچھ غیروں کا افسانہ نہیں اگر برہمن یہ بتوں کا کوئی بتخانہ نہیں یہ نشلی آنکھ ہی پر جو سے چہمانہ نہیں یہ تو ہوتی کی صدا ہو شورِ زندانہ نہیں</p>
---	--

آپ ہی کے دم قدم سے گھر مرا آباد ہو	خانہ دل آپ کا ہی کوئی دیرانہ نہیں
	<p>عینِ مستی میں بھی ہوتا ہوا ہے پاس لب</p> <p>ہاں بڑا ہشیار ہو کچھ شاد دیوانہ نہیں</p>
<p>غزل ۱۰۔ رجب ۱۳۳۲ھ بمقام کوہ شریف</p>	
<p>رند بھی ایسے ہیں ہم حق سے ملائیے ہیں</p> <p>کیا سبب مجھے سپنام و فادیتے ہیں</p> <p>خواب میں آ کے مجھے روزِ جگادیتے ہیں</p> <p>ہیں جاگو تے درویش صدادیتے ہیں</p> <p>کہتے ہیں لاش کو مٹی میں دبا دیتے ہیں</p> <p>منعموں سے ہم کیس کا مہ کیا دیتے ہیں</p> <p>کوستے بھی ہیں مجھے اور دوا دیتے ہیں</p> <p>کہ کہیں وہ بھی نہیں بچے وفا دیتے ہیں</p>	<p>شیخِ ہم سے نہ اچھوچھ جلائیے ہیں</p> <p>بیوفا کیا مجھے دیکھئے ہوئے تھے اب تک</p> <p>وصل کی اہِ نکالی ہوا انھوں نے یہ نئی</p> <p>تیرے دروازہ پر حاضر ہیں خیمے ان کی</p> <p>روندہ کرپاؤں سے مردہ مرا وہ بعد فنا</p> <p>متوکل ہیں تو گل ہی ہمارا پیشہ</p> <p>قمر اور مہر یہ دو کام ہیں قیام اس کے</p> <p>بلغِ عالم کے گلوں سے ہی یہاں کس کو امید</p>
	<p>شاد کو دیکھ کے کہنا ہی ہی پر مٹاں</p> <p>آج تھے ساتی کوثر سے ملائیے ہیں</p>

## غزل بتاریخ ۱۱۔ رجب ۱۳۲۰ بمقام کوہ شریف

<p>نام لکھوالیا میں نے بھی گنگاروں میں  شرم آتی ہے کہ بیٹھا ہوں شاہروں میں  میں بھی لک فود ہوں ای بار وفاداروں میں  دل کو ڈالا ہوں دیکھتے ہوئے انگاروں میں  ہاں بنائے تو مجھے اپنے گرفتاروں میں  رہ گیا میں ہی فقط تیرے طلبگاروں میں  ہم بھی مل جائیں گے اس شوخ کے عیادوں میں  تم تو مشہور نہ تھے ایسے جھاکاروں میں  کہیں من نہ اچھے جائے تراخاروں میں  نام لکھولے تو اپنا بھی گنگاروں میں  ایسے ہی لوگ تھے ہیں گنگاروں میں  برسر کار رہے کب ہے بیکاروں میں</p>	<p>شکر ہی ہو گئی شرکت مری پیواروں میں  تیرے مستوں میں گنا جاتا ہوں جن سے میں  یہ وفا مجھ کو نہ کہتا یہ ذرا یاد ہے  آتش غم میں شب و روز جلا جاتا ہوں  کیسے یار سے ہر دم ہی میرا سوال  جاچکا سوئے عدم قافلہ مشتاقوں کا  آج کل مکروہ غا ہی جو پسند خاطر  کب سے تعلیم ہوئی تم کو جھاکاری کی  باغ توحید میں اکثر سے ہیں کانٹے عارف  مشرشر یہ مجھے کہتی ہے رحمت اس کی  صاحب علم و ہنر اور ادیب و شاعر  جب نارت گئی پھر فقر کی شاہی پائی</p>
---	---

اب کسی نیکیہ میں ایسا دل لگائیں نیکیہ

کام کیا اپنا سلاطین کو باروں میں

## غزل بتاریخ ۱۳- ذی الحجہ ۱۳۲۷ء مقام لعل محل

اُسی یکتا کا منظر سارے کوئے اور کالے ہیں	یہ جتنے ہیں سائے نہ ایک ہی سانچے ڈھالے ہیں
گکائی آگے نوں میں چائی دھوم عالم میں	غضب کی میری آہیں میں کھمبے نالے ہیں
عجب انداز سے مشغول سیر و پرو کہ ہیں	اودھریج ہاتوں میں دھر گردن میں مالے ہیں
خالے ہاتھ میں ہو شیکشت فتح جو کچھ ہو	عبت ہیں بیٹنیں ساری عبت سارے رسالے ہیں
جسے دیکھو پر ایسا مال لینے پر ہوا مادہ	بہت کم ہیں خدا کے نام پر چوہینے والے ہیں
دھنی توار کے جوہن لوں کے جوہاد ہیں	کہیں ہر میدانِ محرم سے ٹلنے والے ہیں
سختی بھی ہو بہادری بھی کریم اور بندہ پر بھی	نہ ہے تقدیر اپنی جو پڑے ایسے کے پالے ہیں
خیالی جاہن کا ممکن قیامت ڈھانکے اک ن	انھیں اچھی طرح تم یاد رکھنا میسے نالے ہیں
بتائے دوسرا کوئی بھلا اپنے مقابل کا	اگر چاس نالے فیضی ارون حُسن والے ہیں
ابھی کس طرح طو ہوئی راہِ آخرت دشوار	اگنہ کا بوجھ سر پر اؤں میں صبحی چھالے ہیں

کرو تیا ریاں امی شاد خیر مقدم شہ کی

حضورِ آصفِ ذی جاہ گھر میں آنے والے ہیں

## غزل بتاریخ ۲۳- ذی الحجہ ۱۳۲۷ء پختہ مقام لعل محل

ہوتی ہو یا س کی کیا عاشق کو بکھیتی ہیں	بنتی ہو دم پر آخر رہتی ہو جی کی جی ہیں
--	--

وہ لطف ہو کسی پر مے میں مجھ کو حاصل کوئی ملے نہ رہد یارب جو غافلوں کو نعمت ہو اخصہ کی اور جان لاپٹ کا ہر جائے نور اُس کا دیکھا ہو جلوہ افروز باتوں میں کُئی رہی ہن باتیں ہیں جتنی میری سے جام بھر کے ساقی فکروں میں مبتلا ہو	مکن نہیں کہ ایسا ہو لطف زندگی میں کس طرح عمران کی گزیرے نہ گم رہی میں کیا لطف آئیگا پھر اس دل کو بیدلی ہیں شمع حرم میں ہو یا مندر کی آرتی میں سکچہ وہ کہ ہے میں مجھ کو ہنستی میں دل شاد کا بہلتا ہو ایسی ل لگی میں
---	---

ق

ابتر ہی حال یورپ یارب بخیر انجام کھدے یہ کوئی جا کر تر کو لڑو نہ اب تم غافل ہو آج تک بھی ہندوستان ہمارا	کیا جانے کیا ملیگا اس جناں گری میں ہو فائدہ اگر کچھ ہو صلح و آشتی میں آئیگا کیت آخر دانش میں آگہی میں
---	---

ہنگام تنگدستی و عیش کوش مستی

کایں کیمیاے ہستی قاروں کند گدرا

غزل بتاریخ ۱۴ صفر ۱۳۱۳ء روز یکشنبہ مقام سند

دل شیدا پہ جب جو ستم کرتے ہیں ہوتی ہو کوچہ جاناں میں تسلی ہم کو	میں سمجھتا ہوں کہ بندے پہ کرم کرتے ہیں جیسے جی شکر ہو گلشتِ ارم کرتے ہیں
--	---

<p>             بات آہستہ بھی کہتے ہیں تو کم کرتے ہیں              پر دے پردے میں بھی اپنی تہ تو وہ تم کہتے ہیں              فکر کرتے ہیں نہ کچھ رنج و الم کرتے ہیں              پڑنے کے ہم سوہۂ اخلاص کو دم کرتے ہیں              کفر و اسلام کو نئے شہ بہم کرتے ہیں              تسلیم تری راہ میں خم کرتے ہیں              ابنِ سنیش جو ہیں نظارہ یم کرتے ہیں              ایسے کافر بھی کہیں ترکِ صنم کرتے ہیں           </p>	<p>             کم سخن ایسے ہیں وہ غنچہ دہن ہیں گویا              بنی ہر دم پہ بہانِ یکہ کے اندازِ حجاب              صبر پر بھیجیہ جو جن کو بہت چھپتے ہیں لوگ              جب تصویر میں نظر آتی ہر اس کی صوت              جس قدر یکیدہ عشق کے ہیں وہ پست              کہے والے ہوں کم ہوں بتکدے والے یارب              قطرہ اشک بھی عرفان کا آئینہ ہی              بت پرستی کہیں چھٹی ہی نظر بازوں سے           </p>
---	--

بندے اُس کے ہیں جسے کہتی ہو سب خلق غنی

ہم کہاں شاد تمناے کرم کرتے ہیں

غزل بتایخ ۱۷۔ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ روزِ پنجشنبہ مقامِ سند

وہ میرے دل میں آتے ہیں یہ سب کہنے کی باتیں ہیں  
 نگاہوں میں سماتے ہیں یہ سب کہنے کی باتیں ہیں  
 محبتِ ہر قیبوں سے تو نفرتِ ہر رفیقوں سے  
 وہ ہم سے دل لگاتے ہیں یہ سب کہنے کی باتیں ہیں

جلے دل کا جلانا اُن کو ہی مقصود اسے قاصد  
 لگی وہ کب بھجھاتے ہیں یہ سب کہنے کی باتیں ہیں  
 ستانا اُن کا بے معنی نہیں ہو جانتا ہوں میں  
 وہ مجھ کو آزماتے ہیں یہ سب کہنے کی باتیں ہیں  
 چھڑکتے ہیں نمک زخموں پہ منہ نہیں کر سکر محفل  
 وہ آنسو کب بہاتے ہیں یہ سب کہنے کی باتیں ہیں  
 دم میں چھائے ہوئے عالم میں ہر جان کا جلوہ ہو  
 نہ آتے ہیں نہ جاتے ہیں یہ سب کہنے کی باتیں ہیں

نہ چاہے گریخا ایشاد تو کیا کر سکے کوئی  
 وہ کب بگڑی بناتے ہیں یہ سب کہنے کی باتیں ہیں

غزل بتایخ ۲۱۔ جمادی الاول ۱۳۳۵ء روز چہار شنبہ قاسم سند

اُپنی ہی میں کس تیغ کو پانا ہوں میں	ڈھونڈھتا ہوں کسے جب تک کو مٹانا ہوں میں
جلوہ یار کو ہر فرتے میں پاتا ہوں میں	جنگش ہی اپنے تصور کو جماتا ہوں میں
اس لیے اپنے کو دیوانہ بناتا ہوں میں	بیگودی جو ہو مری مین پیشیاری ہو
دھجیاں داہن صحرا کی اُڑاتا ہوں میں	جیب ہر آتی ہو ہوتا ہو جنوں سر پہ سوار

<p>میری آنکھوں میں تیا ہر کوئی پردہ نشیں غیر کو دیکھنے سے آنکھ چراتا ہوں میں شوری نا قوس پہ بھی کان لگاتا ہوں میں</p>	<p>شہاد ہر ذرہ سے خورشید عیاں ہوتا ہے کبھی توحید کی مستی میں جوتا ہوں میں</p>
<p>غزل بتایخ ۲۱۔ جمادی الثانی ۱۳۳۳ھ روز چاند بنیقامند</p>	
<p>چو رہوں مستی میں لسیا بخود و مدد نہیں مثل سا غرور دین ہوں داؤد سرچش نہیں روزِ اول ہی سے میں قہارِ دوش ہوں ہوں نواسیجِ حقیقت لاکھ میں خاموش ہوں اگرچہ ہوں سامع مگرینا سائے گوش ہوں فارغ اندیشے سے ہیں مجھ ناوش ہوں صوتِ سیلاب ہو کر سپرِ خاموش ہوں پا گیا ہوں تیرو حدتِ حقیقت کو نہیں</p>	<p>بادِ تنہا نہ توحید کا نوش ہوں گرد پھینے دے مجھے ساتی میرا فرض ہے مخدوقِ معرفت ہیں و مستِ عشق بھی طرزِ خاموشی مری بتلاتی ہے اس از کو سب کی سُن لیتا ہوں جی کی بات کہتا ہوں حالِ عبرت ہے میرا کب کسی کو ہو خبر درومندِ عشق ہو کر ضبط کا خوگر ہوں دیکھتا ہوں آپ اپنے میں تماشیاں ترا</p>
<p>کس کی فرقتِ وصل کس کا اور ہو مشوق کون شہاد میں اس عالم تکوین سے ہم آغوش ہوں</p>	



غزل ۲۰۔ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ روز پنجشنبہ بمقام مسند

انہیں ہی در وجود دل میں تو پھر گداز نہیں	جو یہ نہیں ہی تو پھر سوز اور ساز نہیں
کسی کی شان کا دن لٹ مہیاں ہوتا ہی	ہی ربط دید سے گو صاحب نام از نہیں
مرا جو ٹکیمہ ہی وہ صرف اک توکل ہی	مجھے یہ جانتے ہیں سب مانسا از نہیں
ترے ہی خوانِ کرم سے ہی میزبانی ب	بنیر تیرے کوئی میہاں نوا از نہیں
ہزار کوئی کرے راتِ جن میں سالی	کب لے لطف اگر سجدہ نیاز نہیں
ہمارے شوقِ تمنا کا ہی یہی فتویٰ	جو تم میں از نہیں ہی یہاں نیاز نہیں
ہمیشہ ربط ہی مستی سے بچو دی سے مجھے	یہاں تو ماوشما کا کچھ امتیاز نہیں
جو میرا کعبہ ہی اُس کا طواف کے تاہوں	مرا جو عشق ہی منت کش حجاز نہیں

غلط ہو شما د اگر کوئی یہ کہے تجھ کو

کہ دل سے اپنے تو محمود کا ایاز نہیں

غزل ۳۰۔ رجب المرجب ۱۳۳۳ھ بروز چار شنبہ بمقام مبارک

خود آرزو بنا ہوں جہی آرزو نہیں	میں کب ہوں آئینہ میں ج تو روبرو نہیں
ساری چو تن میں ہرے کھلے بندوں کیفیت	میں ہ شراب ہوں کہ اسیرِ چو نہیں
ہر رنگ اور روپ میں میرا سر وپ ہی	وہ کو نسی جگہ ہی جہاں میں ہوں تو نہیں

کس گل میں تیرا رنگ نہیں کس دین میں نہیں	کس باغ میں نہیں ہوتا دے نری بہار
لُو لُو سے اُبدار سے کم آبرو نہیں	ظاہر ہیں گہرے قطرہ ہوں معنی میں کھوں
خاموش کس لیے ہو وہ اب گفتگو نہیں	بیہوش کس کو دیکھ کے موسیٰ ہوئے ہو تم

اگر تا ہوں سجدہ شاد اُسے دیکھتا ہوں تب  
کیوں کر پڑھوں تاز جو وہ رو بہر نہیں

غزل بتاریخ ۸۔ رجب ۱۳۳۵ روز یکشنبہ مقام سند

جانتے ہو چھٹے انجان بنے بیٹھے ہیں	کب سے دانا ہیں کہ نادان بنے بیٹھے ہیں
وہ تعین سے منزہ ہیں مگر لطف یہ	پھر مری شکل میں انسان بنے بیٹھے ہیں
آپ اپنے کو وہ چُواتے بھی ہیں مندیں	کب سے میں صاحب ایمان بنے بیٹھے ہیں
ایسے انداز پہ سودا نہو کس عاشق کو	اکھو لکر زلف پریشان بنے بیٹھے ہیں
میرزاں اُن کا سا ہم نے تو دیکھا نہ سنا	سائے عالم کے وہ مہمان بنے بیٹھے ہیں
بحر کوئے میں سمایا ہو سمانا دیکھو	شکل قطرہ میں طوفان بنے بیٹھے ہیں

ہم سو سنتے تھے کہ لائے ہیں پر ایمان  
کب سے میں شاد مسلمان بنے بیٹھے ہیں

## غزل بتاریخ ۳۳ شعبان ۱۳۳۵ روز شنبہ مقام محل

اسی پر جان نیتے ہیں سی کو یاد کرتے ہیں وفا داری ہماری قابل تعریف ہو دیکھو گلا کیا ہو جو ان کو وصل کو وعدے سے ہر انکا بخاؤ بیوفائی ہو ہمیشہ سے شعار ان کا کے گرد نشی کوئی نہیں کچھ اس کی لایق و ہمیشہ دیکھتے ہیں غضب آلودہ نظروں سے قصد جاؤں شوقی کج ہے تب میں محفل میں عجب تماشا لاہر ہمارے دل میں آنے کا	زمانہ بیوفا کہتا ہو جس کو اس نے مٹے ہیں ستم گر بیوفا پر جان ہم دیتے ہیں مٹے ہیں ہمیشہ وہ مکتے ہیں اب بھی مکتے ہیں وفا کا وعدہ جھوٹا ہو وفا وہ کس کہتے ہیں یقین جن کو خدا پر ہو کسی سے کب فرتے ہیں خدا جانے کہ دشمن کان کیا ہر روز بھرتے ہیں اداؤں کی کھرتے ہیں غمزوں سے اُبھرتے ہیں وہ پہلے آنکھوں میں تھے پھر دل میں آتے ہیں
--	--

رہے یہ جان یا جائے یہی مردانگی ہو شہاد  
جو دل پر تھکان لیتے ہیں کسے ہم کر گزرتے ہیں

## غزل بتاریخ ۳۰ شعبان ۱۳۳۵ روز چار شنبہ مقام سند

رونمائی اُسے ہر چہ کہ منظور نہیں دیر و کعبہ میں عیاں ہو چلوہ کس کا سامنے آنے کی گراہ نہیں ہو تو نہ ہو	رگِ گداز سے کچھ بھی تو کرو ورنہ نہیں ہو اگر آنکھ تو نظروں سے وہ مستور نہیں کچھ مے دل میں آنے سے وہ چھوڑ نہیں
---	--

<p>عشق میں نالہ فریاد کا دستور نہیں          کو نسا گھر ہے کہ جلوہ ترا مسموم نہیں          اس زمانے میں وہ شبلی نہیں منصور نہیں</p>	<p>مثل پروانہ کے جل جائے مگر ف نہ کرے          آنکھ ہو دل ہو شجر ہو کہ حجر ہو کچھ ہو          کس یاں سے کہے اب کوئی انا کا دعویٰ</p>
<p>چشم مستانہ ساقی کے تصدق ای شاد          ایسے پیمانہ سے دل کو نسا مسرور نہیں</p>	
<p>غزل بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۵ء مقام اورنگ آباد باغ الولیہ</p>	
<p>جب نور احمد کا آچمکا اس دل کے درباروں میں          وحدت آنی کثرت میں یار ملا اغیاروں میں          رنگ دکھایا ایسا اچھوتا اب تک نہ کسی نے کچھا تھا          گل میں مل میں کوہ و بیاباں دریں اور دیواروں میں          واہ رے کالی کملی والے ملک عرب کے راج ڈالے          روح بدن میں جیسے چھپی ہی ایسے چھپا تھا غاروں میں          ملک عرب میں ہوا پیدا مسرور ساری خدائی کا          کون ہوا ہی آج تک ایسا سرکاروں میں سرداروں میں</p>	

جگ سے الگ اک پنہ بنا یا سب لوں پر قابو پا یا  
 ایسی محبت ایسی الفت دیگی نہیں غم خواروں میں  
 خُلقِ مجسم کہتے ہیں جس کو ذاتِ مبارک تھی اس کی  
 دلبرن کر دل کو بھایا ایسا رہا دلداروں میں  
 عالمِ فاضل اہل دانش سب کے سب کو رازِ خدا کا  
 بتلادیا باتوں باتوں میں اور اشاروں اشاروں میں  
 بھر کے پلاوے جامِ محبت بھٹی تری آباد رہے  
 گنتی لگا دے میرے دانا اپنے ہی میخواروں میں

ستاد رہے گی جب تک نیا نور ہے گاباتی اس کا

باغ و صحرا و یر و حرم میں ارض و سما ساروں میں

غزل بتاریخ ۲۹ - جادی الاول ۱۳۱۵ھ روز و شنبہ تلخ محل

دھیان میں تھے ہیں کیا ہم پر کرتے ہیں	دیر میں جاتے ہیں کبے میں پھر کرتے ہیں
تیری تصویر سمجھ کر ہی ٹکا کرتے ہیں	باغ میں نشستیں جو چیز نظر آتی ہی
لوحِ دل پر اسے ہم نقش کیا کرتے ہیں	حرزِ جاں پہنا بناتے ہیں تھے ذکر کو ہم
اس لیے ذکرِ ترا دل میں کیا کرتے ہیں	چہن آتا ہو اُسی سے ہو اُسی سے تکیں

لفی و اثبات ہم کرتے ہیں یل ہر دم	دل کے آئینہ کو اس طرح صفا کرتے ہیں
جب کبھی سننے میں آتا ہے تیرا پیارا نام	حالتِ جد میں عشاق ہوا کرتے ہیں

نشا دکو و نوں جہاں میں تو خدا شاداں رکھ  
ہم تو ہر روز یہی دل میں دعا کرتے ہیں

غزل بتاریخ ۴ رجب ۱۳۳۵ھ روز یکشنبہ مقام سنا۔

ہٹ مٹھری کی کہوں کہ میں ایمان کی کہوں	اپنا کروں بہاں کہ تری شان کی کہوں
دل میں یہ ابٹھنی ہے کہ ایمان کی کہوں	کچھ کہے مختصر میں تری شان کی کہوں
میری جو وہ نہیں کبھی موقع مجھے ملے	سبب دل کا حال کیفیت ایمان کی کہوں
پا بند و ام زلف ہے آشفتنہ دل مرا	کیا سرگزشت ایسے پریشان کی کہوں
دیوانگی میں بھی ہے زرا اس کے نام کی	میں بدحواس ہو کے بھی اوسان کی کہوں
کچھ دین کی سناؤں کہ دنیا کی داستان	کچھ قہریوں کی لکھوں کہ انسان کی کہوں
میں صیانت میں ہوں اس کے وہ ہر انداز	کچھ منیرباں کی لکھوں کہ مہمان کی کہوں
یاں ہے بھروسہ حق پہ وہاں عقل کدھر	حالت کہوں گدلی کہ سلطان کی کہوں
حق کہنے والوں کے لئے ہوا کی ہزا	بجائے جان پر اگر ایمان کی کہوں
میں ہوں کتابِ معرفت حق کا درس یاب	اب کیا کسی سے وہ کی قرآن کی کہوں

ہو تشاد پر بہار یہ جوش جنوں مرا  
دامن کی اب کہوں کہ گریبان کی کہوں

غزل بتاریخ ۱۷۔ رجب ۱۳۳۵ روز شنبہ مقام کوہ شریف

<p>دنیا کے کاروبار سے میں رخ کشید ہوں آہوئے وشت ہو کو ہر غلویت کیا غرض ایمان و کفر کے ہوں کشاکش میں اسٹن اپنے کو میں نے کھو یا اس کی تلاش میں سوز و گداز عشق ہو میرے نصیب میں شیوہ ہو عاجزی کہ ہوں پتلا خاک کا سمجھو نہ مجھ کو تازہ گرفتار عشق کا طاہر ہیں گر چہ قطرہ ہوں لیکن سایہ یاد</p>	<p>ہوتے ہیں پانچ سال کی غلویت یہ ہوں وحشت و مجھ میں ہر کہ غزال میں ہوں دامن ہو چاک اور گریبان ریدہ ہوں کس کی ہونے سیایہ کی صورت میں ہوں روز ازل سے اس کے لئے آفریدہ ہوں ہوں شاخ بار ورتو زمین تک خیمہ ہوں اس کا تو ابتدا ہی سے لذت چشیدہ ہوں وحدت کے بحر کا ہمہ تن آبیدہ ہوں</p>
---	--

کچھ بول اٹھوں گا دیکھو سراپا ہوں سا عشق  
چھپو نہ مجھ کو تشاد کہ آفت ریدہ ہوں

غزل بتاریخ ۱۷۔ ماہ شوال ۱۳۳۵ روز چار شنبہ مقام تاج محل

<p>سائے عالم میں ہو جلوہ مرا اللہ کہیں</p>	<p>اکہیں ہوں گبر مسلمان ہوں کہیں رے میں</p>
--	---

دو نو یہ عاشق و معشوق تعین ہیں مے	درو دل سوزِ جگر مجھ سے ہیں اندرے میں
ابہیں ظاہر ہونے باطن میں کہیں نہ ہاں	یعنی اول بھی ہوں خربچہ ہی ہوں شاہِ رے میں
کس کی صورت میں مٹاں کس کی سمجھو	یعنی آئینہ بھی ہوں عکس بھی اندرے میں
شخصِ او عکس کے پردے میں تو عالمِ محیط	مجھ میں عالم ہی نہاں رہے شاہِ رے میں
عباد و رب کے میں تھکڑے سے بری ہیں دہم	واہ کیا شانِ ہر اندرے میں شاہِ رے میں

کفر و ایمان جو ہیں میسے ہیں جلال و جمال  
شاد رونق ہو گئی سے نخلِ اندرے میں

## ردیف (و)

غزل بتاریخ ۱۳ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ روزِ شنبہ مقامِ کوہ شریف

وہ درو درو کب ہو جودل میں نہاں نہو	وہ دم دے تڑپے کے تو جب بھی عیاں نہو
ہر چند چاہتا ہوں نہ ہو مجھ کو کچھ الم	لیکن یہ ہو گا جب ستمِ آسمان نہ ہو
کس طرح میری آہ شر بار ہوگی سرور	مکن نہیں کہ آگ جہاں ہو دھواں نہو
افسوس ہو گیا مجھے منہ کھولنا محال	ہر بات پر وہ کہتے ہیں تہہ بیاں نہو
پوشیدہ راز بھی ہے منہ نہیں بھی ہو	اگر یہ نہو تو اس کا کوئی راز داں نہو



آنکھوں میں سیسے پھتے ہیں اے مقامِ ہر	مطلب یہ کہ حال کسی پر عیاں نہ ہو
تیسے ہی دم کے ساتھ ہر سب سے کائنات	کیوں غیر مہرباں ہو جو تو مہرباں نہ ہو
میری جو زندگی ہے فقط تیری چاہ پر	یہ بھی کہیں نصیبِ دل دشمنان نہ ہو
اے دل خیال خام پر وہ رشکِ نازِ نہیں	معشوق ہو کے تجھ سے کہیں بگمیاں نہ ہو

اے شہاد کس سے لطف و کرم کی امید ہے  
ہو کون مہرباں جو خدا مہرباں نہ ہو

غزل بتایں ۹۔ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ روز یکشنبہ بمقام مسند

عشق کا خانہ دل میں مرے گھر ہونے دو	مری فریاد کا کچھ بھی تو اثر ہونے دو
زنگ آئینہ کا جائے گا جلّا اے گی	مے دل پر نظرِ اربابِ نظر ہونے دو
بیخودی ہوگی جو ہم کو تو اُسے پائینگے	میں الفت کا ذرا سر میں اثر ہونے دو
قیس فریاد کا کیا ذکر ذرا ہوش کی لو	ہمیں اپنی تو ذرا پہلے خبر ہونے دو
دھیان میں گلیاں عیلاف کو مزا آتا ہے	ہاں تصور کرو معراجِ نظر ہونے دو
ایک فٹ سے ہے جو خورشید کی سبب و نمود	ذرہ کیا چیز ہے اس کی تو خبر ہونے دو
زلف و رخ کے ہی تم دھیان میں ہیں وقت	شام ہونے دو ذرا اور سحر ہونے دو
کام ہے ہیر میناں سے وہ سلامت ہے بس	اس کی بھٹی پہ مری عمر بسر ہونے دو

کام چلتے ہیں بنائینگے تمہارے جلدی  
حضرت خواجہ کو ای شاد خبر ہونے دو

## رویف (۵)

غزل بتایچ ۵۔ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ ذی شنبہ مقام مندر

ترا عشق ہو مری آرزو۔ تری شان جل جلالہ  
تری شکل ہو مری رو برو تری شان جل جلالہ  
نہ حرم کی خواہش سیر ہو نہ تو دیر سے مجھے سیر ہو  
فقط ایک تیری ہو جستجو تری شان جل جلالہ  
جو ہوا چین میں مرا گزر فطر آئی سیر پر بسر  
کہ گلوں میں ہو تری رنگ بو تری شان جل جلالہ  
ترا ذرے ذرے میں فور ہو ترا ہر جگہ پہ ظہور ہو  
مری آنکھوں کے تو ہو۔ رو برو تری شان جل جلالہ  
تو ہی گل میں ہو تو ہی ٹل میں ہو تو ہی جڑ میں ہو تو ہی کل میں  
تو ہی نازنین تو ہی خو برو تری شان جل جلالہ

نہ سکوت ہو ترے ذکر سے نہ فراغ ہو ترے فکر سے

کبھی دل میں حق کبھی لب پہ ہوتی شانِ جل جلالہ

یہ ہو عرضِ شاد کی اسے خدا تو ہو قادر اور ہو کبریا

مری پوری کر دے سب آرزو تری شانِ جل جلالہ

غزل بتاریخ ۱۳ شعبان ۱۳۳۵ء روز یکشنبہ مقام تاج محل

اہیں ہشیار ہو کر ہوں میں دیوانے کا دیوانہ

ہوں سجدِ خلاق اور تختانے کا تختانہ

ہوں فنا کے کافر زانہ ہوں دیوانے کا دیوانہ

لگا دے منہ سے اس ساقیِ خجائے کا خجائے

یہ ہو قیمت کی قیمت اور بیعانے کا بیعانہ

یہ ہو بستی کی بستی اور ویرانے کا ویرانہ

ہمیشہ دوست کا دوست اور بیگانے کا بیگانہ

سناؤں کیا تمہیں میں اپنے افسانے کا افسانہ

اہیں پیرِ مناں بن کر ہوں ستانہ کا ستانہ

حرم آباد مجھ سے ہو تو کفر ایجا و مجھ سے ہو

تسے رخ کا ہوں شیدائی تری لہوؤں کا سوائی

پلا کر ایک دو ساغر نہ کر برہم مری خاطر

دیا جفتہ دل میں تو وہ منس کر لگا کہنے

یہی دل ہو مکان اس کی یہی ہو لامکان اس کا

کبھی میں دل میں رہتا ہوں کبھی تو فطر و

رہا قطرہ کہیں بن کر کہیں میں بن گیا دریا

ملا میں شیخ سے اور حضرت اہد سے بھی لیکن

رہا مشرب مرا و شہا درندانے کا زندانہ

## ردیف (یا)

غزل ۱۰۔ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ روز سہ شنبہ بمقام کوہ شریف

اکٹات اسی کی ہو نہاں اوریاں بھی اک میں ہی ہیں تری صورت کفانی انداز و ادا ناز و کرشمہ ترا ظالم کیا رشک گلستاں ہو ترا کو چہ سی قد دنیا میں بھی اچھا وہی عقبے میں بھی اچھا کس طرح گزرتی ہو مری ہجر میں تیرے	پرفور اسی سے ہو زینِ فرماں بھی طفل ہو ہر پہر بھی ہر ایک جاں بھی خنجر بھی ہو اور تیغ بھی تیرو کمان بھی ہو سرو بھی موجود وہاں بساں بھی تکلیف اگر ہو تو وہاں بھی ہو وہاں بھی سُن مجھ سے زبانی مری میراں بھی
---	---

کیا چشمِ زدن میں گئی او شاد جوانی  
افسوس کہ ساتھ اس کے گئی تاباں بھی

غزل برائے مشاعرہ فیض صاحب بتایخ ۱۳۔ رجب ۱۳۳۲ھ مقام کوہ شریف

ہوتی جاتی ہو بہت شوخ طبیعت تیری ہو ثبوت اس سے سوا کیا تیری کیتائی کا تو ہو بیتاب تو میں صبر طلبیوں اوّل	کہیں ایسا نہ ہو بڑھ جائے شرارت تیری کہ کسی سے بھی نہیں ملتی ہو صورت تیری کیوں پسندائے گی اب مجھ کو فاقہ تیری
---	--

<p>روح و تن میں ہی فقط ظاہری کچھ تیرا          اس لئے نام ترا روز چپا کرتا ہوں          کو نساؤں ہو کہ اغیار نہیں بھرتے کان          ہو جگہ کو فسی یاں جس میں نہیں تیرا نظور          تو ہی بیتاب یہاں اس کو اغماض ہاں          لوگ ہر چند کیا کرتے ہیں شکوہ تیرا          تاکے سگ ہو سی و در بدر ہی لو انسان          ہم فقیروں سے نہ لے دوں کی تو او و اعظ          نفس کو اپنے جو پہچانے وہی عارف ہو          کیا بڑی بات ہو نازل ہو خدا کی رحمت          کوئی کہے یہ عدو سے کہ سنبھل کر رہنا          ہو محروم عنایت سے خدا کی ای دل          دے کے فرزند کیا شاہد مراد دل تو نے</p>	<p>ہو طریقت بھی تیری اور شریعت تیری          روز افزوں ہوئے دل میں محبت تیری          کب بھلا ان سے نہیں کہے تنہا تیری          کیسی کثرت ہو کہ جس میں نہیں حد تنہا ہی          دل و حشمت نہ کیا ہوگی حفاظت تیری          جب بھی اس بارے کے دل میں ہو قدرت تیری          نہیں بھرتی ہو کسی طرح سے نیت تیری          دھریا ہ جائے گی اک و مشیت تیری          من عرف کہتے ہیں جب کہ ہو عبادت تیری          کیا عجب ہو کہ پسند آئے اطاعت تیری          منہ کی کھلاوئے گی اک و حماقت تیری          جاگ ہی جائے گی سوئی ہوئی قیمت تیری          یہ عنایت ہو الہی یہ ہو قدرت تیری</p>
--	---

تیرا سر کام تو گل پہ ہو تقدیر پہ شاد

تیرے ہر کام میں کام آتی ہو نیت تیری

غزل بتاریخ ۱۵۔ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ روز چہارشنبہ مقام تاج محل

اگر ہوستی ہستی یہ کیسی	اگر ہو ہوش پھر مستی یہ کیسی
غلو کثرت میں وحدت کا ہو بیشک	نہیں گر اوج پھر پستی یہ کیسی
وجود ماسوا فانی مقدر	جو ویرانہ نہیں بستی یہ کیسی
گراں ٹھیری تھی گر جنس محبت	تو پھر ہو آج کل سستی یہ کیسی
نہ تھا گر قاب تو سین اس کا اسرار	تو دو کی اک جگہ ہستی یہ کیسی
رہو طالب اگر ہو لاکھ تکلیف	محبت کی زبردستی یہ کیسی

مرید پیر میخانہ نہیں گر  
تو پھر ای شاد ہو مستی کیسی

غزل بتاریخ ۱۸۔ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ روز شنبہ مقام سند

کہے کیا حال کوئی او تو نہ کوئی	نظر آتا نہیں اب پوچھنے والا کوئی
ہائے واقف نہیں ہر کوئی حقیقت مری	کوئی قطرہ مجھے کہتا ہو تو دریا کوئی
جیسا میں تیں مری حالت خد واقف ہو	کہنے دو مجھ کو پیرا یا سنگے اچھا کوئی
کوئی ایسا بھی ہو دنیا میں کہ ہمدرد بنے	کون ہو ایسا خالے جو تمنا کوئی
خوگر درد ہوں پروا نہیں کچھ اس کی مجھ	پیری فریاد کو سمجھے چہ بانا کوئی

کوئی معشوق و فادار نہیں ملتا ہے	ہر جور و نا تو اسی کا نہیں ملتا کوئی
ایک محبوب تھا غمخوار ہمارا اسی شہاد	ابتو دُنیا میں نہیں پوچھنے والا کوئی
غزل بتایں ۲۰۔ جادی الثانی ۱۳۳۳ھ شب جمعہ تاج محل	
جس طرح دل ہو مرا ایسا وہ لائے تو ہے لاکھ اغیار کے وہ کام نکالے تو کیا میری حالت کو تبدیل ہو بہت مشکل ہے وہ مسیحا ہے کیا کرتا ہے مرے زندہ جذبہ عشق کے کس طرح سے ہم قائل ہوں قدر انداز زمانے میں جو وہ ہے مشہور معرفت والے اٹھاپلے دوئی کا پروہ دور کیا چیز ہے کہتے ہیں کسے لذت د	مجھ سے عاشق کوئی جاننا نہ رکھائے تو ہے میری بگڑی ہوئی تقدیر بنائے تو ہے بیخودی سے کوئی پھر پیش میں نہ تو ہے میری سوتی ہوئی قسمت بھی جگائے تو ہے کھینچ کر اُن کو کسی وقت لائے تو ہے تیر پر تیر مرے دل پہ لگائے تو ہے آپ اپنے ہی میں اس شیخ کو پائے تو ہے دل کسی بست ذرا کوئی لگائے تو ہے
راز تو جب ہی بقا اور فنا کا کھلے شہاد	کھو کے اپنے کو ذرا آپ میں پا تو ہے

غزل بتایخ ۴۔ رجب ۳۳۳ھ روز چہارشنبہ مقام سند

<p>یہ کوئی تعریف ہوا تھے سرکار کی یہ تو وہ تعریف ہے جیسے کسی دلدار کی زیر بے سرواڑ کو وہ طع ہو طرا کی عدل کی مدحت کرے یا بذل ملواری کی ہیں تعریفیں ہمارے رحمدل سرکار کی متفق ہو سب دکن حاجت نہیں اظہار کی کچھ ضرورت ہی نہیں ظہار کی تکرار کی یہ حقیقی وصف ہو مدحت ہو اس کار کی ہو سکے کیا مدحت ان کو سب یا بار کی ہو گئی ہو رشتہ داری سچ و زنا کی</p>	<p>عارض گل میں جھلک ہو شاہ کے گھنا کی شاہ کی تعریف کا اعلیٰ سے اعلیٰ ہویاں مدحت شدہ ایسے لفظوں میں یہ کیا نہیں گر کسی کو وصف کرتا ہو تو لازم ہو اُسے بندہ پر وعدا دل بادل شمع و دیں پناہ بندہ پر و رایسے ہیں ان کا کوئی ثانی نہیں عدل کا مثل در توبہ ہو دروازہ کھلا شیر بجری تلکے پانی پیتے ہیں اگھلاطاب اس طرح کے ہیں سخی قطرے کو دریا کرنا بے تعصب ایسے جیسے آئینہ ہو بے غبار</p>
---	---

شاد میرے شاہ کو رکھے ہمیشہ کردگار

عمر عظمت ہو فزوں یارب مے سرکاری

غزل ۱۴ شعبان ۳۳۳ھ روز پنجشنبہ مقام سند

<p>اب نہ جائے گا در و پنہانی</p>	<p>ہو گیا عشق دشمن جانی</p>
----------------------------------	-----------------------------



میری چپے عیاں ہو عشق مرا	سب پہ افشا ہو رازِ پنہانی
ہو بقائے ملکہ ذات باقی ہو	لاکھ مجھ کو کہے کوئی فانی
باعثِ عشق ایک ہیں دونوں	مشکلِ خلق میری آسانی
مہر سے کمر رہا ہوں کسبِ ضیاء	آنکھ روشن ہو سینہ نورانی
ہو خطاؤں پہ اپنی تو نادم	کام آئے گی یہ پشیمانی
باعثِ فخر ہو گلیمِ فخر	کیا کروں لیکن تاجِ سلطانی
کھو لکر زلف آنہ میرے ہیں	اور بڑھ جائے گی پریشانی
یہی دو ہیں جلال اور جمال	ایک غضب ایک فضلِ پروانی
کیا بلا کہہ کے کھنکھائیوں میں	روح کہتی ہو مجھ کو زندانی

اکفر ایمان ہو گیا اسی تشاد  
کیا کروں لیکن میں مسلمانی

غزل بتایں ۲۰ شعبان ۱۳۳۲ھ روز یکشنبہ مقام سند

زردار کو عرفان کی دولت نہیں ملتی	اگر اس کا نہ طالب ہو یہ لذت نہیں ملتی
وہ بیاہے کہتے ہیں یہی وارِ محن ہو	زندہاں میں سوانح کے لڑاقت نہیں ملتی
جس شکل پہ ایمان ہوا کرتے ہیں صدقے	افسوس کہ اب وہ ہمیں صورت نہیں ملتی

کھر پیٹھے ہو کس طرح بھلا سیر جہاں کی کہتے ہیں جسے عشق یہ ہو بارِ امانت کیا قامتِ جاناں کی ہو تعریفِ باس کس طرح ملے دل کو بھلا راحتِ آرام انسان سے کیا خاکِ عبادت ہو خدا کی	جانے کو سفر کے لیے خصمت نہیں ملتی نا اہل کو زہار یہ دولت نہیں ملتی ڈھونڈے سے کسی کو بھی قیامت نہیں ملتی دن رات کسی وقت فراغت نہیں ملتی بھگڑوں میں دنیا کے ہر فرصت نہیں ملتی
--	---

وہ طالبِ دنیا ہو میں ہں طالبِ موت  
منعم سے مری شادِ طبیعت نہیں ملتی

غزل بتایخ ۳۰ شعبان ۱۳۳۵ھ روزِ چہار شنبہ مقامِ سند

بدل گئی ہو ہوا کس طرح زلزلے کی ادھر بھی ایک نظر دیکھ لے مرے دل کو وہ مرغ ہوں کہ دلوں میں نظریں ہتا ہوں پھڑک ہی ہو مری آنکھ مضطرب ہڈوں نہیں ہو یاد مجھے اپنی اس کی الفت میں پتے کی جو کہے دیوانہ کہتے ہیں اس کو قصہٴ دل نے کیا تھا بنا ہوں میں مجرم	ہوس نہیں ہو کسی دل میں نا اٹھانے کی یہی جگہ ہو تیسے تیر کے نشانے کی مجھے نہ باغ کی خواہش نہ آشیلنے کی یہ بے رہے ہیں خبر کسی کے آنے کی مٹی ہو راہ ہی اپنے کو بھلانے کی عجب سمجھ ہو جب عقل ہو زوانے کی سزا یہ خوب مٹی شاد دل لگانے کی
--	---

## غزل بتاریخ ۱۵- ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ مقام تاج محل مبارک

میر پو فکر میں اندوہ میں اچھا ہی یہی	پیر میخانہ کارند و تمھیں تھے ہی یہی
نام پران کے مرے جاتے ہیں جڑ پیتے ہیں	دل پہلنے کے لیے ایک تاشا ہی یہی
بات ہ جائے کبھی ساکھ نہ جائے ہرگز	رات دن غیرت بہت کا تقاضا ہی یہی
میری ہر بات پہنستا ہی جفا جو ظالم	میری بیٹا کو سمجھتا نہیں ونا ہی یہی
دیکھنا جلوہ وحدت کو عیاں کرتے ہیں	عارفوں کے لیے اللہ تماشا ہی یہی
دل بہست دگرے داؤن جیران نوں	عشق ہوتا ہی یونہی نہیں عشق میں فنا ہی یہی

شاد کو حضرت آصف نے دیا خلعت

حیدر آباد کے ہر کوچہ میں چرچا ہی یہی

## غزل بتاریخ ۲۱- جمادی الاول ۱۳۳۴ھ روز یکشنبہ مقام سندھ

جب اس کے ناز کو دیکھا صدائے حباب نکی	نظر آیا جو حسن اس کا میرے دل کو عا نکی
مجھے فوراً ہی یاد آیا تیرا سرو قد بالا	گلستاں سے جب ٹھٹھاتی ہوئی اُصبا نکی
وہم غسرت نہ آیا کام کوئی بھی انیسویں	نقطہ میری مصیبت ایک میری آشنا نکی
ہزاروں لوگوں میں مشتاق تیرے ای ستم پور	مری الفت ہی تیرے حق میں آخر با وفا نکی
یہی تھا طاهر و باطن یہی تھا وجہ کن	اُسی کی ابتدا نکی اُسی کی انتہا نکی

ہوا کچھ بھی نہ چارہ و در دل کا چارہ سازد	مرض کی میسے پاس آن کجہ کی بھی واکھی
تری کل کشانی سے تری ہی ہنہائی سے	گھر می مشکل کی میسے او کے مشکل کشا نکلی
ہماری ہنہائی حضرت سے ممکن نہ تھی لیکن	تری الفت طریق عاشقی کی ہنہا نکلی
خدا کا شکر دل سے ہر گھڑی ایوفا کرتا ہوں	اک ہر اک میری حسرت میرے حسب التجا نکلی

### غزل بتایخ ۱۶ جمادی الثانی ۱۲۳۵ روز پنجشنبہ مقام محل

دل کی امنگیں ٹل گئیں عشرت نہیں رہی	اگلی سی بزم اور وہ صحبت نہیں رہی
کم بہتی سے رب کے جگر سرد ہو گئے	سرعت بدن میں سنیں حسرت نہیں رہی
اب فلسی کا روز ستارہ ہوا و ج پر	جو دوسخا نہیں ہے دولت نہیں رہی
وہ ولو کے کہاں ہیں کہاں میں شوخیاں	زور شباب اور طبیعت نہیں رہی
کیا خاک آئینہ میں ہم اب دیکھیں پنا منہ	وہ بانکین نہیں ہو وہ صورت نہیں رہی
کس طرح جھیل میں زلفاک کی مصیبتیں	یہ بوجھ اٹھانے کی ہیں طاقت نہیں رہی
دل میں نہیں ہو دائفہ و در عشق یار	سووا نہیں ہا ہو وہ جوش نہیں رہی
یاروں میں ٹھ گئی ہیں بہت بے وفائیاں	سیرت نہیں ہے ہر وقت نہیں رہی

دو دھاکے دم کے ساتھ ہی ساری ہرات گئی  
ای مشاد زندگی کی وہ لذت نہیں رہی

غزل بتایخ ۱۸۔ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ روز شنبہ مقام سند

<p>وحدت کی موت ہے پرمیخانہ کلیمی          ارنی ولن ترانی سُننے نہیں ہیں جب          ہر شمع روکے یہ ہینکاوانہ جان دل سے          آباد دل میں اندر باد ماسوا للہ          ہر اکے یدان کا بخود رہے نہ کیونکر          ہندوکن میں جب شہرت پئی ہو ان کی          ظاہر میں بھی ہی ہو باطن میں بھی ہی ہو          گاتے ہیں مست اُن کے ہر دم ہی ترانہ</p>	<p>ہر نور سے منور کا شانہ کلیمی          مشہور ہے جہاں میں افسانہ کلیمی          ہر شمع روہر دل سے پروانہ کلیمی          بستی سے ہے زیادہ ویرانہ کلیمی          آنکھوں کی تپلیاں ہیں خنجانہ کلیمی          ہر ایکٹ راہر دیوانہ کلیمی          ہر کالی کالی والاجانانہ کلیمی          یارب ہے ہمیشہ میخانہ کلیمی</p>
---	---

اوشاد ہم بھی اُس کے دُشمن کریں گے چل کر  
 معمور حسن سے ہو بت خانہ کلیمی

غزل بتایخ ۲۱۔ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ روز شنبہ مقام سند

<p>یاد پھر آگئی رندوں کو جو میخانے کی          کعبہ و دیر میں ہم جائیں تو کیا جائیں بھلا          رستے میں دل کے چلے جاتے ہیں پھیر کے تھکے</p>	<p>پھر گئی آنکھ میں تصویر بھی پیانے کی          کہیں گھر چھوڑ کے عادت ہی نہیں جانے کی          راہ یہ خوب نکالی مجھے تڑپانے کی</p>
--	--

<p>یاد باقی ہو ابھی کعبہ میں بتخانے کی یاد رکھنا کہ ہمیں نین نہیں آنے کی کچھ ضرورت نہیں باقی نئے افسانے کی</p>	<p>سنگ سود کو دیا کرتے ہیں حاجی بوسہ ایک دم تم جو سما جاؤ گے ان آنکھوں میں غیر کے قصہ سے کچھ کم نہیں اپنی بیٹی</p>
<p>آگیا سوز کہاں سحر تے دل میں اوشاد آگئی تجھ میں حلق کس لئے پرولنے کی</p>	
<p>غزل بتاريخ ۵۔ رجب ۱۳۳۲ھ روز یکشنبہ مقام تلچل</p>	
<p>کیا خوبصورتی ہو دل شاد کام کی مستوں نے میکدہ بیت و ہوم و حمام کی واعظ بتائے کس لئے تو نے حرام کی تشویش کچھ نہیں ہیں یوم القیام کی عظمت اگرچہ دل میں ہو ماہ صیام کی یاد آتی ہو جب ان کو مولانا قاسم کی</p>	<p>مٹی خراب آپ نے اس کی ملام کی خم توڑ ڈالے اور گرا دی شراب بھی کیا بات ہو شراب میں کیا کوئی زہر ہو بندے ہیں ہم تو شیخ غفور الرحیم کے غٹے سے بادہ خوار سوا پیتے ہیں شراب میخانے سپیدھے جاتے ہیں نازانہ ٹونٹ</p>
<p>زمرے میں چشتیوں کے ہوا جب تک تو شریک اوشاد ساری خلق پیش ہوا نام کی</p>	

غزل بتایں گے۔ ثوال ۳۳۳ ہر وشنہ مقام تاج محل

کیا وہ دن تھے خلق جب تیری تما شائی نہ تھی  
عالم وحدت میں کثرت کی گھٹا چھائی نہ تھی  
دیکھتے ہیں دُڑے دُڑے میں ترا جلوہ عیاں  
یوں نظر اپنی کبھی پہلے تما شائی نہ تھی  
خلق کو بدظن کیا منصور خود رُسوا ہوا  
اس سے پہلے تو انا الحق کی صدا آئی نہ تھی  
ہوشِ موسے کے اُٹلے یا حبلا یا طور کو  
امتحانِ بد نظر تھا جلوہ فرمائی نہ تھی  
دیر ہو یا کمبر تیرا جلوہ تھا پیشِ نظر  
بے سبب دونوں جگہ میری جہیں سائی نہ تھی  
حق شناسی میں مبصر ہو گئے مردم شناس  
آنکھ کی پتلی کبھی ایسی تما شائی نہ تھی  
صوتِ ناقوس و اذان تھے یہ تو پردے راز کے  
کب صدا دیر و حرم سے آپ کی آئی نہ تھی

اپنی صورت کا بشر کو کیوں بنا یا آئینہ  
 گرتے منظور خود بینی خود آرائی نہ تھی  
 یہ تجاہل یہ تنافل کب سے ہو فرمائیے  
 کیا کبھی واقف نہ تھے مروج شناسائی نہ تھی  
 تھی جو خلوت اُس میں بھی آتا تھا لطیف انجمن  
 کچھ پریشاں کرنے والی اپنی تنہائی نہ تھی  
 کعبہ و بہت خانہ کیسا ہر جگہ وہ کب نہ تھا  
 کب طبیعت میرے ہر جائی کی ہر جائی نہ تھی  
 صورت افساں میں حق کو دیکھتا آتا ہوں میں  
 کون کہتا ہو نظر میری تماشاں نہ تھی

ناشگفتہ کب رہا تھا غنچہ دل شاد کا  
 گلشن اجیر سے کس دن صبا آئی نہ تھی

غزل بتاریخ ۱۵۔ جادی الاول ۱۳۳۲ھ۔ دہلیکشتیہ کوہ شریف

کیا متاع دل کہیں تم کھو کے ہو آئے ہوئے	کس لیے پھرتے ہو تم اے شاد گھیلے ہوئے
جسے اپنا ہاتھ کھینچا ہو گئے ہم بے نیاز	اس لیے رہتے ہیں ہم اپنا دل پھیلائے ہوئے



<p>جا کے دیکھا باغ میں تھیں ان کی خاک تھا          ہو گیا کس کا تصور آ کے ان کا سداہ          کیوں قدم نہ کیا ہو شیخ سے پوچھ کوئی          آپ اپنے کو مٹانا ہی اصول عاشقی          کیا گھٹے کا اپنا گرہ تنگی چشمِ حُسد          ہو گئے پتھر وہ خاطر عالمِ ناسوت میں          اپنے دل کی دوستداری عاشقی میں کھیلی</p>	<p>بہ گئے تھے پھول کچھ وہ بھی تھے مر چکا ہوئے          تھم گئے ہلکوں تک اگر شک بھی آئے ہوئے          مغلِ نداں سے یہ تو تھے نکلوائے ہوئے          مدعا عتقا ہی اپنا میں ہی پائے ہوئے          ہیں اُسی جو رشید رو کے ذمے چمکائے ہوئے          تھے ازل سے گرہِ جی کو اپنے بہائے ہوئے          ہیں اُسی ظالم کے عشاق بیکائے ہوئے</p>
--	--

کافرو مومن کے تھکے میں رہیں گے کس طرح  
 شکر ہو اپنی حقیقتِ تشاد ہیں پائے ہوئے

غزل بر طرح مشاعرہ سید شاہ عبداللہ ولی بتاریخ ۱۵ جادی الاول ۱۳۳۲ھ

مقام کوہ شریف

<p>تھا زباں پر نام حق اب بھی اُسی کا نام ہو          دیر سے کچھ واسطہ ہو اور نہ کہے غرض          کیا مسلمان کیسے ہندو کا لک ہو وہی          آمد و شد کی نفس کی بھید کیا جانے کوئی</p>	<p>ابتدا جو کچھ ہماری تھی وہی انجام ہو          ایک ہی معبود اپنا میں اُسی سے کام ہو          کوئی کہتا ہو خدا لب کسی کے رام ہو          من عرف کا درسِ مینا اس کا ہو کام ہو</p>
---	--

مجھ سے گرفت نہیں ہو پھر مجھے میرا دل	میری جانب سے قاصد ہی پیغام ہو
اِنَّمَا اُمُّ الْكَلَمِ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ کَمَا	آدمی کو پھانسنے کے واسطے یہ دم ہو
رندِ شاہد باز ہوں میں شیخِ ہر تقویٰ پسند	اُس کو مجھ سے اور مجھ کو اُس سے کیا کام ہو
عاشقی میں فر کر ہی کیا ننگ کے رناموں کا	نیک نامی ہو اُسی کی جو بشرِ بدنام ہو
ہر طوافِ کعبہ دل فرضِ عارف کے لئے	غیر سے قطعِ تعلق اس کا یہ احرام ہو
مہر میں ہو ماہ میں ہو اور ہر ذرہ میں بھی	میرا معشوقِ حقیقی کیا ہی خوش اندام ہو

ہوں موحداور محقق شاد مجھ کو اس سے کیا  
کفر کس کو کہتے ہیں سب کہ کیا اسلام ہو

غزل بتانچ ۱۰۱- جمادی الاول ۱۳۳۳ھ روزِ شنبہ - کوہ شریف

شاد جو ہندو مسلمان دونوں میں بدنام ہو  
راہِ پوشیدہ نہیں ہو یہ تو پشتِ ازبام ہو  
سوئے پروانہ ملے گا کس طرح سے مرغ کو  
راہِ عرفاں اور واعظ، یہ خیال خام ہو  
حُسن کی سرکار میں اپنی طلب ہو کس طرح  
بادشاہوں کو فقیروں سے بھلا کیا کام ہو

اول و آخر کہاں ہی مرکز پر کار کو  
 ابتدا اس کی وہی اس کا وہی انجام ہی  
 تو ہی مطلوب جہاں ہی تو ہی مقصود جہاں  
 کام تجھ سے گر نہیں ہی اور کس سے کام ہی  
 تیرے دریائے کرم سے ایک چلو ہو عطا  
 تشنہ کو سیراب کر دینا یہ تیرا کام ہی  
 میکشی سے منع گر کرتا ہی واعظ کرنے دو  
 چھنے دو اُس کو وہ تو مرغِ بے ہنگام ہی  
 دل کا سودا کرتے ہیں ہم عشق کے بازار میں  
 ہی اگر گاہک کوئی تو اس کا بھی نیلام ہی  
 اس سے بڑھ کر کیا کرے گا دشمنی ہم سے کوئی  
 یہ پُرانا دشمن جاں چرخِ نیلی قام ہی

روکتا ہی کون ہم کو کیوں نہ مانگیں اس سے ہم  
 فیض رب العالمین کا شاد فیض عام ہی

غزل - مشاعر و حضرت فیض صاحب بتاریخ ۷۲ - ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

مقام کوہ شریف

غرض کچھ دوست سے مجھ کو نہ کچھ مطلب ہو دشمن سے  
 کھلا ہو اک زمانے پر بندھا ہوں تھے دامن سے  
 مجھے زنا اور تبیخ سے رشتہ قدیمی ہو  
 نہ دشمن شیخ کا ہوں میں نہ کہہ ہی کچھ بہمن سے  
 بھلا کوئی بُرائی کر کے میرا کیا بگاڑے گا  
 ہو واجب دوست تو اپنا تو پھر کیا خوف دشمن سے  
 عیاں ہو جلوہ فیضِ باطنی کا بعدِ مردن بھی  
 نمایاں ہیں جنابِ فیض کے انوارِ مدفن سے  
 طریقِ عشق کا رہرو ہوں رہبرِ عشق ہو میرا  
 مجھے پہنچے گا کیا خطرہ تھے رستے میں رہن سے  
 تسلی ہو نہ خاطر کو نہ راحت دل کو حاصل ہے  
 مجھے تو کام ہو دن رات اب نالے شیون سے  
 عبتِ تربت پہ عاشق کی تم آکر روزِ روتے ہو

بھلا حاصل تھیں کیا خاک ہوگا اس جلے تن سے

مری آنکھوں میں آئے ہیں مژہ کی چق وہ ڈالے ہیں  
نیا پر وہ بنا یا ہر لگے بیٹھے ہیں علمین سے

پلاوے بادۂ وحدت بناوے اپنا دیوانہ  
کوئی کہدے خدائے واسطے ساتی پُرفن سے  
مے دل کو کیلجے کو قساق ابتدا سے ہر  
ترای تر چھی نظر سے اور تیری بانگی چتون سے

اُسی کا نام جپتا ہوں خدائی کا جوا لک ہو  
خدائی اور شیدائی ہوں اُس کا شاد بچپن سے

غزل بنایں ۱۰۔ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ بہ مقام کوہ شریف

جب رہا ہو جاؤ نگا میں رنج و غم کے دام سے  
تب کہوں گا اب گزرتی ہو بڑے آرام سے  
پھرتے پھرتے تھک گئے ہم ساتھ کب تک کا ہیں  
اب تو جی گھبرا چلا ہو گرد و شبنام سے  
فکر دنیا اک طرف ہو فکر عقبے اک طرف

کس طرح گزرے گی یارب اپنی ابرام سے  
 ہو علامت یہ بھی اک میری شکستِ توبہ کی  
 مژ پلاتا ہے جو ساقی مجھ کو ٹوٹے جام سے  
 عمر اپنی صرف کر دی زلف و رخ کے صیان میں  
 کام ہی کیا اس جہاں کے ہم کو صبح و شام سے  
 خوب ہو گر سلسلہ جاری رکھیں تحریر کا  
 کچھ تشفی ہوتی ہو اس نامہ و پیغام سے  
 رات دن رنج و مصائب کا ہوا تپ سانا  
 اک زمانہ تھا گزرتی تھی بہت آرام سے  
 ایک دن وہ تھا کہ چین آتا نہ تھا میرے بغیر  
 آج وہ برہم ہوئے جاتے ہیں میرے نام سے  
 سختیوں سے رات دن ہم کو نہیں ملتی نجات  
 لوگ کہتے ہیں گزرتی ہو بڑے آرام سے  
 تم اُسی کو صدق دل سے رات دن جیتے رہو  
 مشکلیں ہوتی ہیں آساں بس اُسی کے نام سے

غم نہ کھانا رنج کے ہو بعد راحت بھی ضرور  
صبر کرنا شاد گزرے گی بہت آرام سے

غزل بتایں ۱۱۔ رجب ۱۳۳۲ء مقام کوہ شریف

کسی پر مہرباں ناخوش کسی سے وہ سنگدہر  
کوئی محفل کے اندر ہو کوئی محفل کے باہر ہو  
کبھی مستوں کا او دا عطر رہا ہو جام بھی خالی  
پلانے پر بھی ساقی کا وہی لبریز ساغر ہو  
صفائی دل کی مشہور زمانہ تھی تھکا رہی بھی  
کہو کس واسطے اب دل کا آئینہ مکدر ہو  
ہجوم یاس سے گھبرا گیا تھا دل مرا یا رب  
کرم سے تیرے ابا چھا ہوں میں اب حال بہتر ہو  
نہیں قدرت کسی کی بھی مقابل ہو سکے کوئی  
کسی کا رتبہ اس سے کب فزوں اللہ کبر ہو  
مرے دل میں ہزاروں حسرتیں لاکھوں تمنائیں  
کوئی دیکھے کہ مہانوں سے یہ کیسا بھرا گھر ہو

یہاں تو مدعا یہ ہو کہ وہ دل سے کریں وعدہ  
 اگر ایفانہ ہو ایفنا ہی کرنے کے برابر ہو  
 عجائب کشکش کی ہو ہماری زندگانی بھی  
 ادھر دنیا کی بھی الفت ادھر عقبہ کا بھی ڈر ہو  
 پسند آیا جہاں کوئی کہ فوراً وصل کی سو بھی  
 کوئی بازی طفلان ہو کہ ادول وصل دلبر ہو  
 مرے گھر اس نے وعدہ اپنے آنے کا کیا تو ہو  
 بھرا اللہ کہ اپنا اندنوں یا اور مقدر ہو  
 تمناؤں کو میری دیکھ کر دل میں وہ کہتے ہیں  
 گزر کیونکر ہوا غیروں کا اس میں یہ مرا گھر ہو  
 ذرا چشم بصیرت سے اگر دیکھو تو سمجھو گے  
 نہیں معشوق کی صورت یہ اس کا روئے انور ہو  
 مرے دل کو جو دیکھا بے تاثر کر لیا قبضہ  
 کہا میرا یہی گھر ہو یہی گھر ہو یہی گھر ہو  
 مہیا عیش کے سامان ہیں آؤ ذرا دیکھو



پیشہ ہی یہ مینا ہی یہ ساقی ہی یہ ساغر ہی  
 نکلے بزم دلبر سے پھر آئے بزم دلبر میں  
 مبارک یہ ہمارے واسطے قسمت کا چکر ہی  
 حرم میں سنگ اسود ہی صنم ہی دیر میں رکھا  
 وہاں بھی وہ ہی پتھر ہی یہاں بھی وہ ہی پتھر ہی  
 جب اس کی یاد آئی وہ ہوا پیش نظر موجود  
 کوئی ساعت مقرر ہی نہ کوئی دن مقرر ہی  
 بلایا اس نے مجھ کو اپنے گھر میں بعد مدت کے  
 نہ بے تقدیر میرا آج طالع بھی سکندر ہی

نہ پوچھیں شہاد اعزاز آپ اپنے خانہ دل کا  
 خدا کا گھر ہی گھر ہی گھر ہی گھر ہی گھر ہی

غزل بتاریخ ۲۲ - جمادی الثانی ۱۳۳۳ھ کوہ شریف

غیر کا قصہ غلط سحر بیانی ہو جائے	اپنی بیٹی جو کہوں میں تو کہانی ہو جائے
نالہ کھینچوں تو عیاں عشق نہانی ہو جائے	گر کہوں حال دل اقرار نہ بانی ہو جائے
ای خدا رعب دے دھاک بٹھا دے میری	زہرہ دشمن کا مجھے دیکھ کے پانی ہو جائے

<p>دل میں کچھ ہو ہی حکم زبانی ہو جائے  غیرِ فرقت میں اگر اشکِ فشانِی ہو جائے  صورتِ راض اگر عودِ جوانی ہو جائے  کہ پسند اُس کو میری اشکِ فشانِی ہو جائے  ابھی بازارِ محبت میں گرانی ہو جائے</p>	<p>نہیں منظور جو کھنا مے نامے کا جواب  یا در کھنا کہ ابھی نوح کا طوفان اُٹھے  ہوا بھی عشق کے بازار میں سودا میرا  اس لیے روکے کیا کرتا ہوں سچے اُس کو  دیکھ دل عشق میں گم ہو گا سودا نہ کروں</p>
<p>مستاد ابھی شاد ہو آزاد ہو بچ و غم سے  مہرباں اُس پہ جو غوثِ صمدانی ہو جائے</p>	
<p>غزل بتاریخ ۲۲۔ جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ  مقام کوہ شریف</p>	
<p>کام آساں ہوا ہی مشکل سے  رہیے آنکھوں میں آئیے دل سے  نہیں فرصت مجھے مشاغل سے  پوچھیے اُس کا حال شاغل سے  آ رہی ہی صدا سدا سدا سے</p>	<p>جب دُعا کی گئی تہ دل سے  اکثری کہہ رہی ہیں مردمِ چشم  کس طرح ہوگی بادہ آشامی  ذکر کا حال شیخ کیا جانے  ہو مہارک تجھیں یہ جوشِ عشق</p>

<p> جو چھتے کچھ نہ اپنے ساں سے  پوچھے اس کو سپر کال سے  لگ گیا دل پری شمال سے  ور نہ کیا ہوگا مرد کا دل سے  رابطہ ہو تھیں تو جاہل سے  نیک نامی ہو خوش خصال سے  جائے لیٹے نہ دیکھے محل سے  نسبت خاص ہو مرے دل سے  اٹھ گئی شمع جب سے محل سے  بات کرتا ہوں اُن سے مشکل سے  پوچھتے کیا ہو اس کو بیدل سے  گھر میں لایا بڑی ہی مشکل سے  کی ہو ہم نے اگر دعا دل سے  اُس نے بنوائے میری ہی گل سے  پوچھتا ہو وہ اپنے بسمل سے </p>	<p> جتنے جی چاہے ویجئے ہو سے  منفعت کہتے ہیں کسے عارف  سر میں سودا ہوا ہو زلفوں کا  عشق بازی ہو ہوش یار کا کام  قدر عالم کی کیا کرو گے تم  خلق زیور ہو ہر بشر کے لئے  جائے مجھوں کے سامنے سے ہزار  جانتا ہوں کہ ان کے دل کو بھی  ایک پروانہ اب نہیں آتا  چھا گیا رعب حسن کچھ ایسا  صاحب دل کی خاص حالت ہو  جذبہ عشق آج اُس بُت کو  ہوگی مقبول اس میں شک ہی نہیں  نوش نصیبی کہ کوزہ و ساغر  کیوں اُمیدیں تری ہوئیں پوری </p>
--	---

ہو مخارج فزوں مدخل سے بڑھ گیا بوجھ اس حائل سے	ہو گئے اشک خشک رونے سے جب سے ڈالا گلے میں ہو زُمار
	جب خدا ناسخ ہوا ای شہاد الگ گئی کشتی اپنی ساحل سے
غزل حضرت خداوند نعمت کے مصرع طرح پر جونی البدیہ ارشاد فرمایا تھا	
بتاریخ ۱۰ ذی الحجۃ ۱۳۵۷ بمقام تاج محل	
پھر چہن میں بہار آئی ہو بحر خوبی سے آشنائی ہو کیا تری شانِ خود نمائی ہو جس پہ قربان پار سائی ہو شیخ پہ کیسی پار سائی ہو عشق نے آگ یہ لگائی ہو سب خدائی تری سمانی ہو	مرثوہ یہ باد صبا لائی ہو کیوں نہ ہاتھ آئے گوہر مقصود آپ اپنا ہو خود تماشا ئی جام کوثر پلایا ساقی نے لب میگوں سے عشق محو سے گریز میسے دل کی لگی بجھائے کون ایسی وسعت ہو میری آنکھوں میں

اُس کا جلوہ ہوئے فُتے ہیں	ہر جگہ اُس کی رونمائی ہو
میں جو روتا ہوں خلق ہنستی ہو	میرا رونا بھی جگ ہنسائی ہو
آپ پایا جو اُس کو اپنے میں	عشقِ کامل کی رونمائی ہو
لے گئی دل نگاہِ وزویدہ	اُس شہِ حُسن کی دوائی ہو
عرضِ مصرعہ جلیل نے یہ کیا	واہ کیا پنچہ خنائی ہو
شہ نے مصرعہ بدیہ فرمایا	طبعِ عالی کی کیا رسائی ہو
یہ بیضا بھی جس پہ ہو قربان	واہ کیا پنچہ خنائی ہو
ایں سعادت بزورِ بازو نیست	سچ ہو یہ شانِ کبریائی ہو
درد مندوں کے درد کو کھویا	کیا مسیحا کی یہ دوائی ہو
شاہ کا اب نہیں عدیل و نظیر	شاہ کی ایسی بادشاہی ہو
یہ بھی کیا فخر ہو خدا کا شکر	شہ کے قدموں تک اب سائی ہو
بادشاہی سے بڑھ کے میرے حضور	آپ کے در کی یہ گدائی ہو
آستانہ ہو کعبہ مقصود	اس لیے در پہ جیہ سائی ہو

ہر نامِ نوارِ شاد دیرینہ

دل سے حضرت کا یہ فدائی ہو

ایضاً حضرت بندگانِ عالی مدظلہ العالی کے مصرعِ طرہ پر

جونی البدریہ ارشاد فرمایا تھا

تاریخ ۱۰- ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ بمقام تاج محل

<p>بات میں بات کیا نکالی ہو مصرعہ بندگانِ عالی ہو کیا تیری شانِ لا اُ بالی ہو شجرِ حسن کی یہ ڈالی ہو بات اُس کی ہر اک نرالی ہو رند میخوار ہے ہر حالی ہو جامِ صہبائے پرنگالی ہو مرا یہ بندگانِ عالی ہو اک جمالی ہو اک جلالی ہو گرچہ ساغرِ مرا سفالی ہو میرا مالک ہو میرا والی ہو</p>	<p>تین جہاں میں جان ڈالی ہو شاد و مطلع کا مصرعہ اولیٰ ہو ہو مقید کبھی۔ کبھی آزاد قدِ رعنا کی کیا کروں تعریف کبھی گویا ہو اور کبھی خاموش قال و اعط کو ہی مبارک ہو چشمِ میگوں ساقیِ کلفام شاہِ عادل کریم ابنِ کریم شانِ لطف و عتابِ شاہِ دکن ہو گا فیضِ حضور سے زریں شاد کیا فکر ہو کہ شاہِ دکن</p>
---	---

غزل بتایخ ۲۵- ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ یوم شنبہ مقام تاج محل

جب سے دکھائی دیا ہی فوجِ خدا مجھے  
 خواہش بقا کی ہو نہ ہو فکر فنا مجھے  
 اپنے کو ڈھونڈتا ہوں تو پاتا ہوں اُس کو ہیں  
 حیراں ہوں مثل آئینہ کیا ہو گیا مجھے  
 ناقوس کی صدا ہو کہ آوازِ بانگ ہو  
 سب میں سنائی دیتی ہی تیری صدا مجھے  
 مومن ہی تیرا دوست ہو کافر بھی جاں نثار  
 کیوں دلپسند ہو نہ یہ پیاری ادا مجھے  
 جانِ جہاں ہو اور مری جان بھی تو ہو  
 تو نے کیا جمال پر اپنے فرائد مجھے  
 جس سمت دیکھتا ہوں ترا ہی جمال ہو  
 ہر شے نظر میں آتی ہو کیا خوشنامہ مجھے  
 روزِ الست میں تو بلا کے پھنس گیا  
 طوقِ بلا یہی - یہی دامِ بلا مجھے

یہ عشق کی ہیں ساری مری سینہ سوزیاں  
دل میں گداز سوزنے ہی دیدیا مجھے

ہوں شہاد اپنے جلو سے تو اور شاد کر

میری طلب یہی ہی وہی دے خدا مجھے

غزل مشاعرہ مائل - بتاریخ ۵ - صفر ۱۳۳۳ء مقام سند

<p>داستان زندگانی ان کی البتہ ہے شمع روئے یار کا یہ دل مرا پروانہ ہے کیوں نہ تڑپیں آتش الفت میں اس کی وزو در خور محفل ہوا ہو کس طرح پوچھے کوئی دل ہے مضطرب چشم تر ہو لب پہ کواہ و فغان آئینکے میخوار لیس کر اپنا اپنا جام دل ہم بھی ہیں پیر میخان کے اک فقیر بیخدا ہے تفسیر ہر زماں لازم زمانہ کے لئے تھیں اور ہر اک شکل ہے صورت گری کر نظر ہمت پہ اپنی ساقیا مجھ کو نہ دیکھو</p>	<p>بزم عالم حضرت مائل کا ماتم خانہ ہے گیسوؤں کا اس کے جو عشق ہو وہ یوانہ ہے ہر سر سوا پنا جو ہے وہ پر پروانہ ہے کام واعظ کا یہاں کیا محفل ندانہ ہے پوچھتے ہو کیا بھلا تم حال بدیا بانہ ہے جب تک سای پیر میخان قائم تری میخانہ ہے ہونے دو گر ٹھاٹھ ان کا آج کل شانہ ہے کل کے دن آباد جو تھا آج وہ ویرانہ ہے عالم تکوین نگاہوں میں مری تجھانہ ہے دل جو میرا ہے وہ اک ٹوٹا ہوا پچانہ ہے</p>
---	--



ہر لقب میرا خاری کیوں نہ ہوتی مجھے معرفت کی موی چوس میں ہمرا میخانہ ہی

غیر کا اس میں گزر ہو ہو بہت ثوابات  
شاد کا یہ دل نہیں ہر بار کا کا شانہ ہی

غزل بتاریخ ۱۷- ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ مقام سند

جام و الت سے سرشار ہو گئے	یعنی رہیں خانہ خمار ہو گئے
مدہوش ہو کے ہوش میں ناغضب ہوا	دنیا کے کار و بار سے بیچار ہو گئے
یارب ہماری داد کی اچھی واپلی	ہم خواہش طبیب میں بیمار ہو گئے
دل میں ہوائے گیسو دلدار کیا سی	بیٹھے بٹھائے مفت گرفتار ہو گئے
ان لن ترانیوں سے تری آج سیکڑوں	موسیٰ کی طرح طالب دیدار ہو گئے
لیکر عزیز مصر وہ بازارِ عشق میں	کیا خوب اپنے آپ خریدار ہو گئے

کافر ہمے ہیں شاد ہم اس بُت کے واسطے  
شکرِ خدا کہ صاحبِ زنا رہو گئے

غزل بتاریخ ۱۷- ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ مسند

واصل حق بھی ہر انسان خلق میں شامل بھی ہی  
عارفِ کامل بھی ہی یہ ناقص و جاہل بھی ہی

آدمی خالی نہیں ہر صفت سے ذات کی  
 پھر یہی مرآۃ حق آئینہ باطل بھی ہو  
 کھیل سب ذات و صفت کا دو جہاں میں ہر عیاں  
 ہر منظر ذات حق تشبیہ پر مال بھی ہو  
 آئینائے بحر وحدت کا ہر یہ عارف سوال  
 انتہا بھی اس کی ہو اس بحر کا ساحل بھی ہو

کہتے ہیں اہل بصیرت شاد کا پڑھ کر کلام  
 صاحبِ دل ہو محقق صوفی کامل بھی ہو

غزل بتایں ۱۷۔ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مقام سند

<p>منتظر کیوں ہو لگی دل کی بھانے والے          اپنے ہی نام کا اب اکے بھٹائے سکے          اصحاگ محبت کی کہیں جھپتی ہو          نفی میں کس کی کروٹی ہی بتائے اور شیخ          تجھ کو ہنسی ٹھونڈے ہیں و حرم میں مردم          عرض کر شادیہ خواجہ سے لای بند نواز</p>	<p>پوچھ کر دیتے ہیں کیا جام پلانے والے          غیر کا نام مے دل سے مٹانے والے          دیکھ میں ہم نے بہت ایسے بھانے والے          آپ اپنے کو مٹاتے ہیں مٹانے والے          چلنے والے تھے ٹھونڈ کے پانی والے          دیر کیا ہو مری بگڑی کے بنانے والے</p>
---	--

عزل بتاریخ ۲۵۔ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ شب جمعہ

<p>ایسے سے عہد ہم کو مٹائے کرم ہو کہتے ہیں ارادہ جسے وہ رازِ ظلم ہو ہو کس کا وجود اور کہو کس کا عدم ہو پہلو میں مے دل نہیں یہ ساغرِ خم ہو انکار کیا کس نے کہو میری قسم ہو پھر فرصت دیدار تجھے کس لیے کم ہو جو لطف ہو اس کا وہی سیلابِ کم ہو کافر جو ہو وہ دشمنِ اربابِ حرم ہو</p>	<p>سمجھے جو کوئی نہرو و وفا کو یہ قسم ہو کہتے ہیں جسے لوح وہ ہو پیدائش نیرنگی قدرت ہو فقط ایک تماشہ اس میں ہو نہاں از حقیقت یہاں تک تھا کس کا تقاضا ارنی کون پکارا حیرت کردہ دہر تو ہو آئینہ خانہ طوفانِ کرم صورتِ دریا کی ہوشیہ ہم پوچھنے والے ہیں محبت ہو توں سے</p>
---	--

کہتے ہیں عنایت سے یہ اربابِ معانی

زندہ رہے تو نشا و غنیمت ترادوم ہو

عزل ۲۵۔ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ مقام سند

بیٹے جی مرتے ہیں تجھ پر تے مرنے والے

یوں گزر جاتے ہیں ہستی سے گزرنے والے

اور آسیتہ نہیں کوئی مقابل لیکن  
 مری آنکھوں میں سنورتے ہیں سنورنے والے  
 دل میں آنے کے لیے آنکھ سے بہتر نہیں راہ  
 اسی رستہ سے گزرتے ہیں گزرنے والے  
 خود بخود آپ مرے دل میں اتر آتے ہیں  
 ایسے نقشے نہیں مانی سے اترنے والے  
 کب وہ ڈرتے ہیں قضا سے انھیں کیا موت کا غم  
 آپ کے عشق میں جو لوگ ہیں مرنے والے  
 وعدہ کر کے بھی وہ انجان ہوئے جاتے ہیں  
 ایسے دیکھے ہی نہیں ہم نے مکر نے والے

حضرت شاد ہی اکہ گئے دنیا بھر میں  
 آپ کی جان سے دور آپ پرنے والے

غزل بنایغ ۲۹- جادی الثانی ۱۳۳۳ھ روز شنبہ مند

خوگر جو درد کا ہے تو فریاد کس لیے  
 زاری و آہ اور دل شاد کس لیے  
 ملتا ہے لطف کیا تجھے میرے شانے میں  
 کرتا ہے ظلم او ستم ایجاو کس لیے

<p>پھندے بچھائے باغ میں باد کس لیے          دیوانہ جانتے ہیں پری ادا کس لیے          حاضر ہر پھر یہ تابع ارشاد کس لیے          کرتا ہر فکر ادا دل تاباں کس لیے</p>	<p>میں دھپسنا ہوا ہوں تے ام تلقین          پیکر شراب عشق بنا ہوں میں ہوشیار          مخفی نہ رکھیں مجھ سے جو کہنا ہو آپ کو          قسمت کا ہو رہے گا جو ہونا ہو لیکن</p>
--	---

اوشاد کفر و دین کے بکھیرے سے باز آ  
 ہوتا نہیں ہو ان سے تو آزاد کس لیے

### غزل بتایہ ۲۵۔ جادی الثانی ۱۳۲۵ھ روز شنبہ مقام سند

<p>اپنا ہم سنگ جہاں پہیں جاتے جاتے          شکل میں اپنی ہیں وقت دکھاتے جاتے          معرفت اپنی لیے جاتے ہیں جاتے جاتے          کعبہ و دیر میں ہم ہی ہیں سماتے جاتے          فرش آکھیں ہم اپنی بچھاتے جاتے          یہی اک اگ ہیں ہم نے سے بچاتے جاتے</p>	<p>سیر عالم کی کیا کرتے ہیں آتے جاتے          کبھی قطرہ کبھی دریا کبھی سیلاب جتا          اور کیا ز اوسفر جائیں گے یس لکیر          ہم ہی چھائے ہوئے ہیں عالم کوین میں شیخ          اُن کے آنے کی خبر سن کے ہوئے وارفتہ          جس کی تکمیل ہوئی عشق میں کل نہ ہوا</p>
--	---

میکش روز ازل ہیں نہیں نقوی سے عرض  
 خم کے خم شاد ہیں ہر وقت لٹھکاتے جاتے

غزل بتایں ۱۰۔ رجب ۱۳۳۵ھ روز شنبہ مقام مسند

تاسا زی جگر کا شکوہ کروں تو کس سے  
 اس شوخ فتنہ گر کا شکوہ کروں تو کس سے  
 اوڑھا ہی آج اُس نے پھر صندوقیں دو پٹا  
 میں اپنے درد سر کا شکوہ کروں تو کس سے  
 میرے جسم اور جاں کو ظالم نے پھونک ڈالا  
 اس آہ کے اثر کا شکوہ کروں تو کس سے  
 اُمیدِ نفع کی میں رکھوں تو کس سے رکھوں  
 نقصان کا ضرر کا شکوہ کروں تو کس سے  
 آیا حدیث میں جب علم حجاب کہہ  
 پھر علم کے ضرر کا شکوہ کروں تو کس سے  
 اُس کا ہی ہو گیا ہی جب سے اُدھر گیا ہی  
 میں اپنے نامہ بر کا شکوہ کروں تو کس سے  
 خود اپنے دل کو میں نے اس کا ہٹ بنایا  
 اب ناوکِ نظر کا شکوہ کروں تو کس سے

یہ سوزِ عشقِ یارب آفتِ ہر یا بلا ہے  
اس آگ کے شر کا شکوہ کروں تو کس سے

ہو بیہر آسماں کو اہل ہنر سے ایسا شاد  
نات رہے ہنر کا شکوہ کروں تو کس سے

غزل بتایخ ۱۰۔ رجب ۱۳۳۳ھ شنبہ مقام سند

مرضِ عشق کی کیا کوئی دوا ہوتی ہے	کہیں بیمارِ محبت کو شفا ہوتی ہے
روح اور جسم میں ہو واجبِ کفایت	ہو فنا جسم کو کب روح فنا ہوتی ہے
درو مندوں کی تو فریاد سے بچنا اور چرخ	صاحبِ رو کی مقبول دُعا ہوتی ہے
یہی زمین ہے رسائی کا فلک تاک و شیخ	ہنو گر عشق تو کب آہ رسا ہوتی ہے
کوچہ یا رہ میں کیوں جمع ہوئے ہیں عشاق	کیا قیامت بھی ہاں آج بپا ہوتی ہے
کس پہ دون جانِ دوں کس پہ بڑی مشکل ہے	دلربا یار کی ہر ایک ادا ہوتی ہے
مستحقِ لطف و عنایت کے وہی تپو ہیں	جن سے ہوتا ہے گنہِ جنِ خطا ہوتی ہے
کیا کسی عاشقِ بیاب کا دل بھانپ لیا	کیون بے نشان تہی لطف و دوتا ہوتی ہے
تذکرہ میرا ہوا کرتا ہی ہر روز دہاں	سُنتے ہیں یاد وہاں صبح و سہا ہوتی ہے
بلبل و صیر کر و آئے گی گلشن میں بہا	کہ خزاں کی تو فقط ایک ہوا ہوتی ہے

جو طلب اس سے میں کہتا ہوں مجھے دیتا ہے  
شاد مقبول ہر اک میری دعا کرتی ہے

غزل ۱۰۔ رجب ۳۳ ۱۳۵۷ روزِ شنبہ مقامِ سند

ہماری قید ہستی کم نہیں اب قیدِ زنداں سے  
کہا ہے دل نے پیدا سلسلہ زلفِ پریشاں سے  
فدا ہوں جس پہ میں دل سے اُسی سے کام ہو جھکو  
نہ ہوں میں درد کا خواہاں غرض مجھ کو نہ دریاں سے  
ہمارا بت ہمارے پاس ہے اس دل کے مندریں  
کسے ہے دیو سے مطلب کسے ہے کام شیطان سے  
ذرا گردن جھکائی اور دیکھا اس کی صورت کو  
نہ چو کیدار سے ڈر ہے نہ ہے کچھ خوفِ نرہاں سے  
کہاں وہ حضرت یوسف کہاں وہ مصر کا بازار  
زیبا کی محبت کھینچ لائی چاہِ کنعاں سے  
یہی ہے آستانہ اور مسکن بھی یہی تیرا  
کہاں جاتی ہے بلبل اڑ کے پھر تو اس گستاں سے



ترے مندر میں اس کے کعبے میں روشن ہو کس کا نور  
 کوئی اتنا تو پوچھے جا کے ہندو سے مسلمان سے  
 منانے سے نہیں مننا ہٹایا ہو وہ بت کم سن  
 پڑا ہو سابقہ آکر مجھے اس یار ناداں سے  
 مرا مشرب ہو یک در گیر و محکم گیر اے آقا  
 مثال سایہ ہوں لپٹا ہوا میں تیرے دامان سے  
 فدائی ہوں نمک خوار تدبیر بھی ہوں تھے درکا  
 مرا یہ سلسلہ ملتا ہو چند و لعل شاداں سے

محقق اور صوفی ہوں مرا ہو صلح کل مشرب  
 مجھے مطلب نہیں ی شاد کچھ بھی کفر و ایمان سے

غزل ۱۰۔ رجب ۱۳۳۵ روز سہ شنبہ مقام مند

ترجمہ ناتوانی خستہ حالی ہوتی جاتی ہے  
 ہماری شکل تصویر خیالی ہوتی جاتی ہو  
 ہوئی جاتی ہو شان بے نیازی تجھ میں اب پیدا  
 تری جو بزم ہو وہ لا اُبالی ہوتی جاتی ہو

یہی شان کریمی ہو اسی سے نیک نامی ہو  
 جو تھے معتب ان کی پھر بحالی ہوتی جاتی ہو  
 مبارک میکشوں کو ہوگی حاصل خوب کیفیت  
 پُرانی اب شراب پر نکالی ہوتی جاتی ہو  
 جدھر دیکھو اُدھر جلوہ ہو بجلی کے چراغوں کا  
 دکن کے ملک میں ہر شب والی ہوتی جاتی ہو  
 ہوا ہو شوق جب سے میرے شہ کو شعر گوئی کا  
 جہاں دیکھو وہاں رنگیں مقالی ہوتی جاتی ہو  
 ملی ہو جب سے آزادی نہیں ہو کوئی فریادی  
 بہت چالاک اب یہ کو توالی ہوتی جاتی ہو

### ف

ترقی ہو ادھر اولاد میں احفاد میں ہر دم  
 بری ہر روز حالت میری مالی ہوتی جاتی ہو

مگر ای شہاد کیا ڈر ہو سخی ہو میرا اندا تا  
 بھرے گی خوب یہ پاکٹ جو خالی ہوتی جاتی ہو

## غزل بتاریخ ۵۔ شعبان ۱۳۳۳ھ روز شنبہ مقام تلج محل

چھر کہیں دنیا و ما فیہا کا اس کو ہوش ہے دور میں ہے جام ہر سو شو نوشا نوش ہے جس کو دیکھو معرفت کی اہ میں خاموش ہے ذات ہر سم صفت اس کے ہم آغوش ہے دید سے دیش سے اس کے کس کو واعظ ہوش ہے فقر کا خلعت ملا اس کو وہ خرقة پوش ہے	چو تری بھٹی کا اری پیر مٹاں کو نوش ہے رند جو اُنم میں ہست ہو مہوش ہے جس نے پایا وہ بھی چپ ہو جال بھی خاص نسبت ہے ہر اک فتنے کو آغوش ہے ہوئے پیش نظر ہر دم مرا خورشید رو کام کیا تیرے گدا کو اٹلس کم خواب ہے
---	--

اُس کو جلوہ کر رہا ہو شاد اُس کو آشکار  
پردہ محل میں لے لے کس لئے رو پوش ہے

## غزل بتاریخ ۵۔ شعبان ۱۳۳۳ھ روز شنبہ مقام تلج محل

شماں ہو کے تم ہو عیاں کیسے کیسے تجھیں مہرباں کہتی ہے ساری خلقت میں شیریں زبانی کے قربان جاؤں نہ بانگ ورا ہو نہ نقش قدم ہے دُرا دیکھ بلبل مٹائے خزاں نے	ملیں ہو کے ہوا مٹاں کیسے کیسے مگر پھر ہو نا مہرباں کیسے کیسے کہ رکھتے ہو تم بھی ہاں کیسے کیسے یہاں ٹٹ گئے کارواں کیسے کیسے گل گلشن آشتیاں کیسے کیسے
--	---

مُردانِ پیرمناں میکدے میں	نظر آتے ہیں شادماں کیسے کیسے
مے واسطے شاد لائے ہیں دیکھو	شب وصل وہ ارمنوں کیسے کیسے
<p style="text-align: center;"><b>غزل بتاریخ ۹ شعبان ۱۳۳۳ء روز چار شنبہ بمقام محل</b></p> <div style="display: flex; justify-content: space-between;"> <div style="width: 48%;"> <p>ہو نہ مندر میں نہ مسجد میں نہان یاد ہے سوزِ عشق ہو صورتِ عیاں یاد ہے فصلِ گل باد بہاری پہ نہ اتر بلبل تم کو ابرو پہ گھمنڈ اور مرہ پر ہی ناز موجھے دے کہ نہ دے مست بنایا نہ بنا غیر سے عشق کیا ہو نہ کرونگا ہرگز بندہ عشق بوجے دونوں جہاں سے آزاد صرف بھٹی پہ چوانی ہوئی ایادہ فروش</p> </div> <div style="width: 48%;"> <p>نور اس کا ہو ہر اک جا عیاں یاد ہے نہیں بیوجہ مراد دل ہو تپاں یاد ہے آئے گی باغ میں اکے فزناں یاد ہے ہونگے بیکار ہی تیر و کماں یاد ہے اٹھ کے جاؤ گناہ ای پر میناں یاد ہے بدگماں مجھ سے نہ ہو جانِ جاں یاد ہے اب کہاں ل میں غم سود و زیان یاد ہے اب چھوڑو گھا کبھی تیر کی گال یاد ہے</p> </div> </div>	
دل جو ہو شاد کا ایسے دلائے خواہ	دیرو کعبہ نہیں ہو تیرا مکاں یاد ہے

غزل بتاریخ ۱۵ شعبان ۱۳۳۳ھ روز شنبہ مقام تاج محل

گر محبت کے دل میں تری پیدا ہو جائے	آرزو میری مے شوق پہ شیدا ہو جائے
ترے عاشق کو ہوا ناز تو جائے نہ کبھی	درو بھی تیری محبت میں تمنا ہو جائے
میں بھی دیکھوں مقابل کاتے ہو کہ نہیں	دوسرا کوئی تو تجھ سا کہیں پیدا ہو جائے
لیکے دل فیجے ہم کو بھی تو اپنے دل کو	آپ کا نام ہوا اور کام ہمارا ہو جائے
ہمیں عزت ہو محبت میں اگر دولت ہو	نیک نامی ہو جو عاشق کوئی روا ہو جائے
اپنی حد سے اگر انسان گزر جائے کبھی	سچ تو یہ ہو کہ خدا جانے وہ کیا کیا ہو جائے

آپ جو مانگیں ملے دل کی گھمبیر کبھی  
شاد چاہے وہ نہ ہوا پکا چاہا ہو جائے

غزل بتاریخ ۲۰ شعبان ۱۳۳۳ھ روز یکشنبہ مقام سند

یہی جلا نا ظلم اٹھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے	پھر وہاں ہر روز جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
لو لوے لالہ سے گو ہر شک کے کچھ کم نہیں	اس طرح آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
پاؤں میں منہ ہی لگا کر کہتے ہیں صدمے	عذر کرنے کو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
واں ذرا بروہی ہم ہو گئے بسلیاں	خاک میں یوں تلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
دیدے نے سوچے دل کے ساتھ رہتے تھے حوا	خانہ دل کو لٹانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

بیٹھ کر دشمن کے پہلو میں کہتے ہیں مجھے	بر ملا تجھ کو جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
اپنی صورت اب نظر آنے لگی ہو چارو	شکل میں اپنی دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
واں اگر ابرو ہٹی یاں سر جھکا یا قتل کو	بات کا یوں تار جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

دے کے دل کو شاد اس کے دل میں بھی گھر کر لیا	
یار کے دل میں سنا کوئی ہم سے سیکھ جائے	

عزل تاریخ ۳۲ - رمضان ۱۳۳۳ھ روز شنبہ

مقام منہ مبارک

کیا میں ہوٹھ کو اپنی کچھ بھی خبر نہیں ہو	سمجھوں اگر میں ہوں وہ تو بشر نہیں ہو
قاتل اگر نہیں ہو پھر کون ہو وہ ظالم	کیا بی وفا نہیں ہو کیا فتنہ گر نہیں ہو
دریا میانِ قطرہ قدرت اس کی تھیو	ہر وقت ہو وہ ہم میں ہم کو خبر نہیں ہو
یہ کیا ہو سارا عالم میں پ سب کیس کے	کیا کوئی اور بھی ہو وہ آپ اگر نہیں ہو
پہنچینگے ہم نہ کیونکر منزل کو اپنی آمدن	کیا راہبر نہیں ہو کیا رہ گز نہیں ہو
قبلے کی قید کیوں ہو سجدہ کر چن اس کو	وہ سب کو نسی ہو وہ بت جدھر نہیں ہو

آتا ہو میرے دل کو تسکین دینے والا	
نالوں میں شاد میسے کیونکر اثر نہیں ہو	

عزل بتاریخ ۱۶ ذی حجہ ۱۳۳۳ھ مقام تلخ محل مبارک

آنکھ کو اس کی جو دیکھا تو ہر نہ بھول گئے	قادر کو دیکھا تو سہی سر جو نہ بھول گئے
سُرخ کو دیکھا جو تیرے رنگت چمن بھول گئے	زلف کو دیکھ کے سب بیچ و شکن بھول گئے
آنکھ کو نیا بین میں نے مجھ کو غافل ایسے	ای غریب الوطنی اپنا وطن بھول گئے
عیش و عشرت کے جو سامان پیسے آئے	علم کو چھوڑ دیا جتنے تھے فن بھول گئے
غیر کے ہوئے ہے اپنا اُسے سمجھا افسوس	اور اپنے کو تم ای مشفق من بھول گئے
تازہ موہو نہی محفل ہو نیا ساقی ہو	اب تو وہ صحبت باران کہن بھول گئے
خوگر کچ قص ہائے اسیری نے کیا	اک نہ مانہ ہوا گلگشت چمن بھول گئے
تیرے چہرے کی وہ سُرخ کشف چھوٹی ہو	جب دیکھا ہوا ہے لعلِ مین بھول گئے
ساوگی عالمِ طفلی کی کہاں ہو باقی	اب جو ان ہو گئے بیساختہ بن بھول گئے
چشمِ مستانہ ساقی تیرے سداۓ جاؤں	عہد و پیمان تیرے سب ہاشکن بھول گئے
ایک ہی ایک ان آنکھوں سے نظر آتا ہو	تیری آنکھوں کی قسم گنگت چمن بھول گئے
اب کہاں سیفِ مصری ہر لینا کہاں	کس کی طہریت ہی جا پڑا وہن بھول گئے
نچو ششی بھی مجھ سے تیرا ای گلرو	بائے نابھی ہم ای غنچہ وہن بھول گئے
ہائے وہ درو کہاں اور کہاں ہونے لگا	وہ تیش بھول گئے دل کی لگن بھول گئے

عاشقی کے ہوئے چرچے جو تھارے ای شاد  
لوگ افسانہ لیلے و دمن بھول گئے

غزل بتایں ۲۰ محرم ۱۳۳۵ روز یکشنبہ بمقام تاج محل

نہ کر تو دیر سا تیا کہ قلب ہجرا رہی	بہت نون شے منتظر کرم کا بادہ خوار رہی
مرید پیہر میکدہ ہوں میری یہ پکار رہی	شراب کے کباب شباب ہی بہار رہی
اودھ پیہر میکدہ بنا اودھ رہی خانہ خدا	یہ لطفِ ندگی مرا وہ آخرت کا یار رہی
کوئی ہی پوجتا صنم کوئی رواں سو حرم	کوئی پیادہ راہرو تو کوئی شہسوار رہی
کسی کے پاس غم و کوئی کسی کو درد	کوئی ہی پردہ در تو کوئی پردہ دار رہی
کوئی کہے انا کوئی کہے خدا خدا	اہیں عیاں ہی کچھ صدا کہیں کوئی پکار رہی
کہیں فساد عشق کا کہیں ترانہ فسق کا	کسی کے دل میں فہم کسی کے دل میں نار رہی
کہیں تلاش سوز ہی کسی کا دل ہی سوختہ	کسی کو شوقِ صید ہی تو کوئی خود شکار رہی
کہیں جوجو ویکو صرف سو کہیں عیاں کسی کا پتہ	کہیں خفاں کی سیر ہی کہیں بڑی بہار رہی
عجیب ہیں نکات کے کہنے ہیں صفات کے	کہیں سچا ہی فرش گل کہیں نمودِ خار رہی
کہیں مرید ہو وہی کہیں مراد ہو وہی	کہیں ہو گل وہ بلغ میں کہیں ہی ہزار رہی
اسی کا نور ویر میں ہی ہوتے فرے میں	وہی تو شاد ہی نہاں ہی بے شکار رہی



## عزل مشاعر میکش۔ بتاریخ ۳۰ صفر ۱۳۳۵ء روز یکشنبہ

مقام تبلی محل

<p>ہمیں یہ دوسرا کہ آئندہ ہونہ تو ہم سے زباں دراز نہ کرباں بدو ہم سے نہ پوچھ حضرت میکش کی وج تو ہم سے نہ ہو سکے گی گناہوں کی شست تو ہم سے ہمیں ہر پہل جو ساقی چھٹے سو ہم سے وہ آج لطف سے کہتے ہیں گفتو ہم سے کبھی کٹے گی نہ اس کی گلیں ہم سے کہ ہو سکا نہ گریبان کا رفو ہم سے کبھی تجھ سے جدا ہو گے ہم نہ تو ہم سے مزہ تو جب ہو کہ وہ پوچھیں آرزو ہم سے نہیں ہمارا زیادہ کوئی عارو ہم سے چھپا نہ اپنی تو آواز خوش گلو ہم سے بیان کیوں نہیں کہتے تم آرزو ہم سے</p>	<p>نہ پوچھ بہر خدا دل کی آرزو ہم سے یہ چھڑ ٹھیک نہیں شوخ جنگجو ہم سے بڑے ہی بڑ بھی صفی بھی تھے خدا نہ بغیر رحمت پروردگار ۱۵ ہم چشم تے ہی میکدہ کی خاک ہر اپنا وجود کوئی غرض ہو کوئی چال ہو ضرور میں جو سخت جاں مجھے پایا تو بولادہ قاتل اُڑا میں سے جن نے وہ دھجیاں اس کی اُٹا وائے یہ کہنے کی صرف باتیں ہیں جو آپ ہم نے بیان کی تو لطف کیا اس دل برائیوں کو سمجھتے ہیں اور کرتے ہیں ذرا تو دل کو ہمارے نشاط ہو حاصل طلب ہو دل کی تپا سے کہ جان کی خواہش</p>
---	--

<p>لڑائی لڑتا ہی کیوں شوخ جنگجو ہم سے  نماز پھوٹی ہو یا رب نہ کچھ جو ہم سے  چین میں ہم سے ہر گل گل میں نکلتا ہم سے  بڑھی ہوئی ہو اشاروں کی گفتگو ہم سے  یہ صاف کہتا ہی رنگ سفید موہم سے</p>	<p>سول سل کیا ہی جواب دے اس کا  تسکے کریم پچھرو سا ہی پچی بخشش کا  یہ کہہ رہے ہیں کشتے بہارِ قدرت کے  عدو سے ہوتی ہیں تیغ ان کی فکر نہیں  ہوئی ہو صبح مسافر سفر کا سماں کبر</p>
	<p>اُسے تلاش کر نیگے ہم اپنے ہی دل میں  نہ ہو سکے گی کہیں شاد جستجو ہم سے</p>
<p>غزل بتاریخ ۲۸۔ ربیع الاول ۱۳۵۷ء روزِ پنجشنبہ</p>	
<p>مقام اجیر شریف دکن ٹی بھرتیوالی ہائی</p>	
<p>نہاں جس میں لیلیٰ ہو محلِ یہی ہو  وہ بسمل یہی ہو وہ بسمل یہی ہو  وہ قاتل یہی ہو وہ قاتل یہی ہو  وہ کمبخت ناداں مراد ل یہی ہو  خدا کی قسم ہو کہ وہ دل یہی ہو  مگر عارفو عیش کا ل یہی ہو</p>	<p>مرا خواجہ جس میں ہو وہ دل یہی ہو  تسے ناوکِ ناز کا ہو جو زخمی  اداؤں سے جس کی زمانہ ہو گھاٹ  بلی کلبکے جس نے بلا میں پھنسا یا  بگڑ کر بننا بُت کدہ سے جو کعبہ  فنا کر دے ہستی کو اپنی اسی میں</p>

کچھ آساں نہیں عوی عشق و الفت	جو مشکل نہ حل ہو وہ مشکل یہی ہے
مرے دل میں آؤ کہ گھر ہو تمہارا	تمہاری سکونت کے قابل یہی ہے

اُسی دل میں ہے سوز اور ساز دونوں
ادھر آؤ اسی شاد محفل یہی ہے

غزل بتاریخ ۲۸ - بیج الاول ۱۳۳۵ھ روز پنجشنبہ

مقام جمیر شریف کوٹھی بھرتپور والی رانی

گر یہی جو رو بھا گری بیدار رہے  
 کیوں نہ پھر شاد کا دل بھی دلِ ناشاد رہے  
 جو جو سبیل کے تڑپنے کا تماشا منظور  
 تینہ کچھ اور سوا خنجر بیدار رہے  
 کیا بھلا کوئی سُنے شیشہ دل کی جھنکار  
 نغمہ درد کی صورت میں جو فریاد رہے  
 نہ امارت کی ہو صورت نہ فقری کی ہوشان  
 ہم بھی ہیں کوئی جہاں میں ہمیں کیا یاد رہے  
 تم اگر بھولتے ہو ہم کو تمہاری مرضی

ہم نہیں بھولتے ہیں تم کو ذرا یاد رہے  
 وصل اور ہجر میں دونوں کے نرلے انداز  
 کس طرح یہ دل ناشاد مرا یاد رہے  
 نہ تو آپ آتے ہیں دل میں نہ بلاتے ہیں مجھے  
 دیکھوں کب تک یہ جفا اور یہ بیدار رہے  
 تیرے کوچہ کی ہوس اور دکن میں ہوں بند  
 کس طرح پھر نہ تنہا مری برباد رہے  
 اپنا تم کہہ چکے غیروں کا بنوں پھر بھی غلام  
 نئی بیداد ہو مجھ پر یہ ذرا یاد رہے  
 ایک چلو کی تمنا ہو پادے وانا  
 تو سلامت رہے بھٹی تری آباد رہے

کاش یوں اپنی زباں سے کہیں ایشاد حضور  
 شاد بندہ ہو مرا خوش رہے دلشاد رہے

غزل بتاریخ ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ روز شنبہ بمقام

اجی شریف (کوٹلی بھرتپور والی رانی)

کب اس جمیر میں تقدیر لیے پھرتی ہو	بند آپ کی تسخیر لیے پھرتی ہو
دل مرا آیتِ حسن ہو تیرا خواہ	آنکھ میری تری تصویر لیے پھرتی ہو
خال رخسار کا صیدی ہو ادھر طائرِ بل	دامِ ادھر زلفِ گرہ گیر لیے پھرتی ہو
کیا ہی تقدیر ہو سودائی کی تیرے خواہ	زلف اس کے لیے زنجیر لیے پھرتی ہو
خاک کو چے کی تیرے خاکِ شفا ہر بٹیک	یوں مجھے خواہش اکسیر لیے پھرتی ہو
رات کو دنِ فضیلت ہو اسی باعث	پر تو کیسوئے شبگیر لیے پھرتی ہو

تو کہاں شاد۔ کہاں کوچہ خواجہ لیکن

سچ تو یہ ہو تری تقدیر لیے پھرتی ہو

غزل بتاریخ ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۳۳ھ روز پختنبہ بمقام تاج محل

یہ جو لوگ کہتے ہیں ہم بھی کچھ رہِ عاشقی میں فنا ہوئے  
 کوئی ان سے اتنا تو پوچھ لے کہ وہ کیا تھے اور وہ کیا ہوئے  
 نہ وہ گل ہوئے نہ وہ لہوئے نہ بٹِ شراب کے قتل ہوئے  
 نہ بنے نسیم وہ باغ میں نہ فلک پہ جا کے گھٹا ہوئے

پسے عشق میں جو زیادہ ہم تو ہمارا خون روا ہوا  
 ہوئے سبز عشق کے باغ میں تو مثالِ برگِ حنا ہوئے  
 ہوئے ترکِ جاہ و حشم سبھی نہ تو غم رہا نہ خوشی ہی  
 بنے ملکِ فقر کے بادشاہ تھے ور کے جب سے گدا ہوئے

اگریں بندگی جو خدا کی شاد وہ دل کی پائیگی ہر مراد  
 جو مٹے ہوئے رہ خاک میں تو انھیں کج نیت ہے

غزل بآئینہ ۲۱۔ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ روزِ شنبہ

مقامِ سند

کوئی اُس کا پتہ کیا جانے کیا ہو	کوئی اُس کا پتہ کیا جانے کیا ہو
میسجاسے کوئی کہہ دے یہ جا کر	میسجاسے کوئی کہہ دے یہ جا کر
مریضِ عشق کی ہو زندگی موت	مریضِ عشق کی ہو زندگی موت
مؤ الفت سے جب واقف نہیں شیخ	مؤ الفت سے جب واقف نہیں شیخ
ابھی نامِ خدا وہ مُبت ہو کس	ابھی نامِ خدا وہ مُبت ہو کس
کسے کہتے ہیں سوئے عشقِ جاناں	کسے کہتے ہیں سوئے عشقِ جاناں
بجز اُس کے ہمارے دل کا حال	بجز اُس کے ہمارے دل کا حال
ہو بندہ یا خدا کیا جانے کیا ہو	ہو بندہ یا خدا کیا جانے کیا ہو
محبت کی دوا کیا جانے کیا ہو	محبت کی دوا کیا جانے کیا ہو
دوا کیا ہو شفا کیا جانے کیا ہو	دوا کیا ہو شفا کیا جانے کیا ہو
پھر اُس کا وہ مزہ کیا جانے کیا ہو	پھر اُس کا وہ مزہ کیا جانے کیا ہو
اوب کیا ہو حیا کیا جانے کیا ہو	اوب کیا ہو حیا کیا جانے کیا ہو
مری آہ رسا کیا جانے کیا ہو	مری آہ رسا کیا جانے کیا ہو
کوئی اس کے سوا کیا جانے کیا ہو	کوئی اس کے سوا کیا جانے کیا ہو

طلب کا جو کوئی عادی نہیں ہو	الہی وہ دعا کیا جائے کیا ہو
-----------------------------	-----------------------------

کوئی جب تک فنا اس میں نہ ہو شاد	بھلا اُس کا پتا کیا جانے کیا ہو
---------------------------------	---------------------------------

غزل بتایخ ۱۵۔ ماہ رجب ۱۳۳۳ روز پنجشنبہ تاج محل

ہر اکفے میں آپس کا دیکھتے رہیے	ہمیشہ اس کجولوے کا تماشہ دیکھتے رہیے
نہیں سنتے جانبِ تو اچھا دیکھتے رہیے	نہ اُگے گا وہ وعدہ پھر نہ رستہ دیکھتے رہیے
کہ لبِ لٹھوں پہرہ چہرہ تمہارا دیکھتے رہیے	یہی لہریں باہری یہ آنکھوں کا تقاضا ہو
کسی نہ ہی نگے گا وہ رستا دیکھتے رہیے	نہ جلدی کیجئے اسی حضرتِ اولیٰ لہری کی
یہاں یہ شوق ہر دم نے زیبا دیکھتے رہیے	وہاں یہ شرم دم بھر جی نقاب اٹھتی نہیں ہے
دکھاتی جائے گی تقدیر کیا کیا دیکھتے رہیے	برائی ہو بھلائی ہو جو ہونا ہو وہی ہو گا

نہ مندر میں نہ مسجد میں نہ کتبہ میں سے سمجھو	مراقب ہوئے اُس کا شاد جلوہ دیکھتے رہیے
--	--

غزل بتایخ ۲۹۔ رجب ۱۳۳۴ مقام کمرن گھٹ سرور نگر

ای عشق تو نے دی ہو اگر چشمِ تر مجھے	پھر کیوں حلا رہا ہو یہ سوزِ جگر مجھے
-------------------------------------	--------------------------------------

کس دن مصیبتوں سے فراغت ہوئی نصیب  
 باقی ہو گیا ہو جس پہ قیامت کا ڈر مجھے  
 بازارِ عشق میں نہیں سود و زیاں سے کام  
 پروا نہیں جو نفع کی پھر کیا ضرر مجھے  
 تو شے کی فکر ہو کہ مہیا کروں میں کچھ  
 درپیش آخرت کا ہو اک دن سفر مجھے  
 کس روز میرے باغ میں آئے گی پھر بہار  
 کچھ تو سنا پیامِ نسیم سحر مجھے  
 کس کی خبر منگاؤں میں قاصد کو بھیجا  
 ملتی ہو اس کی دل کی ہمیشہ خبر مجھے

چاہے زمانہ مجھ سے بدل جائے خوف کیا  
 ای شاد بس ہو مہر کی اس کی نظر مجھے



## عرض حال

بدرگاہِ حضرت خواجہ غریب نوازؒ بطور غزل بمقام

اسٹیشن ترپور

بتاریخ ۵۔ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ روز چہار شنبہ بوقت

کیوں مجھے آنا ستاتے ہو اور وہ کیا ہے	کچھ تو فرماؤ خدا کے لیے منشا کیا ہے
میں پتا ہوں شبِ روزِ زیارت کے لیے	پوچھتے کیوں نہیں آئے سب اس کا کیا ہے
بے نیازی کی اداؤں کے تصدیق جاؤں	شان یہ سب انوکھی مرے آقا کیا ہے
اتنی دور آ کے زیارت رکھوں میں محروم	یہ ستم مجھ پہ نیا ہی مرے مولا کیا ہے
آہ و زاری پہ بھی آنا نہیں کچھ رحم نہیں	پوچھتے یہ بھی نہیں ہو کہ تمنا کیا ہے
آرزو یہ ہے کہ اتنا ہی کبھی پچھیں آپ	کہے ای شاد کہ مجھ سے تجھے کتنا کیا ہے
اب دکھا دیجئے لشر وہ پیارا گنبد	مرضِ دل کا مے اور مداوا کیا ہے
بات تو یہ ہے کہ اس وقت مری بات ہے	ورنہ بیکار ہے سرکاریہ و صند کیا ہے

خود وہ طالب ہے طلبِ ہنی و اپنا مطلوب

شاد کھیل ہے کیا اور مداوا کیا ہے

ضمیمہ کلام شاد

## تازہ غزلیات

غزل بتاریخ ۸ ذی قعدہ ۱۳۱۵ھ روز شنبہ بقام مسند مبارک

اُس نے کہا کعبہ ترا میں نے کہا چل ترا	اُس نے کہا چل ترا میں نے کہا چل ترا
اُس نے کہا جینا ترا میں نے کہا ہتی تری	اُس نے کہا ہتی تری میں نے کہا ہتی تری
اُس نے کہا کیا کام ہو میں نے کہا ہفت	اُس نے کہا کیا کام ہو میں نے کہا ہفت
اُس نے کہا کیا کفر ہو میں نے کہا گیسو ترے	اُس نے کہا کیا کفر ہو میں نے کہا گیسو ترے
اُس نے کہا دل کیا ہوا میں نے کہا تو نے لیا	اُس نے کہا دل کیا ہوا میں نے کہا تو نے لیا
اُس نے کہا مندر ہو کیا میں نے کہا ہو دل ترا	اُس نے کہا مندر ہو کیا میں نے کہا ہو دل ترا
اُس نے کہا مقصد تیرا میں نے کہا تو ہی تو ہو	اُس نے کہا مقصد تیرا میں نے کہا تو ہی تو ہو
اُس نے کہا خدمت تیری میں نے کہا ہو بنیگی	اُس نے کہا خدمت تیری میں نے کہا ہو بنیگی

اُس نے کہا وہ کون تھا خلوت میں ان صوال

میں نے کہا یہ شاد تھا عاشق ترا شیدا ترا

## غزل بتاریخ ۸- ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ روز شنبہ بقام مند مبارک

قال کی ایسے شان کی تصویر دیکھنا	ابرو کچھے ہیں ترش شمشیر دیکھنا
مومن بھی جس کو دیکھ کے ہو جائیں بت پرست	دیوی بنی ہو حسن کی تصویر دیکھنا
فصل بہار آئی ہے پھر ہر جنوں کا پوش	پھر شور پر ہماری ہے زنجیر دیکھنا
پھر دل میں اور جگر میں کشمکش ہوش کی	انجام کیا ہو کاوش تقدیر دیکھنا
حسرت پست دل کی نہ نکلی گر آرزو	نئے جمیوں سے آہ کی تاثیر دیکھنا
آبادہ جذب پر جو ہو بیقرار شوق	پھر اس کی آہ و نالہ شب بگیر دیکھنا
کام آئے گی ضرور مری بندگی حضور	کچھ لطف اچکا ہے عناں گیر دیکھنا
فصل خدائے کام نہیں گے ہمارے سب	بدیگی اپنی گردش تقدیر دیکھنا

قند و نبات یاد نہ آئیں گے پھر کبھی

۱۔ ایشاد ان کی لذتِ فقر دیکھنا

## غزل بتاریخ ۱۱- ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ روز شنبہ بقام محبوب نگر

ای پیر میناں سن وہ باوہ ویریں را	اینست استی را این مرو خدا ہیں را
ایں و ختر رز ساقی گز سرور دہوتم	نتواں بکشد غم را نتواں بکشد کیں را
بر حال من محروں لطف تو بود ساقی	از بادہ بد و آری گرسا غریزیں را

<p>ای زاهد ظاهر بیانی تو چه می پرستی صبا بے انا الحق را منصور که نوشیده من صوفی صافیم بر مشرب نیکانم</p>	<p>روشن بکنند دل را اگر تو بچستی این را باید که دهی ساقی این مرد خدا بین را از آن دست بی درم مرا تمت لیسین را</p>
<p>از تاج و تگین و ز راز جام و مو و دلبر ای شاد چنیں باید اسباب سلاطین را</p>	
<p>غزل بتایخ ۱۳۳ - ذی قعدة ۱۳۳۱ هـ روز جمعه بمقام ارجن نگر</p>	
<p>چوں ذات گوشت جلوه آرا چوں سایه بفسق ما فکندی یک ذره جبار از مهر نبود در لجة و موج نیست فرقی هر بنر وجود منظر اوست از شان کمال ذات پاک اند خوشید کمال ذات اوقات هستند گواه قدرت حق بگذر خیال غیر ای شاد</p>	<p>اکوین در عکس شد هویدا گشتیم بدهر سر و بالا کنز پر تو مهر گشت پیدا هر قطره شناس عین دریا بے کل نبود نمود اجزا اسما و صفات حق تعالی در دهر از دست نور پیدا این خلق و زمین و آسمانها مشغول بدوست شو خدا را</p>

## غزل بتاریخ ۲۱- ذی قعدہ ۱۳۲۱ھ روز جمعہ بمقام سند مبارک

آزادی خیال نے صوفی بنا دیا نیکی بدی کی قید سے چھٹکارا ہو گیا آزاد ہونے پر بھی رہا مبتلائے غم مسلم کو یہ گماں ہی ہاں پرست ہں رندوں کی طرح ذکرِ شراب کیا اگر ہاں عمر رفتہ سے مجھے حامل ہوا یہ بس	پہلے جہاں میں شاد اسیر قیود تھا گو پہلے زندگی سے زیاں تھا نہ سوتھا کیا جانوں کس طرح سے یہ میرا وجود تھا ہندو کو حال دل کا مے کب کشتود تھا لب پر مے مدام غفور و دود تھا صرف اس قدر کہ رفت گیا اور بود تھا
---	---

اقرار ہو کہ میں ہوں موحدا پرست  
گو شاد ہر لباس میں ننگِ جو د تھا

## غزل ۱۹- ذی قعدہ ۱۳۲۱ھ روز چار شنبہ بمقام سند مبارک

تا خاک کوئے یار بسر می کشیم ما از تیغ ابروئے توجہ احوالِ سیدیم دیدیم جز شرارہ نیاید بر نوں سنگ درو فراق تاب توں ہاے مار بود دنیاست بحر نقش خیالات نے اثر	آشفگی بہ راہ گذر می کشیم ما لذت بدل زخم جگر می کشیم ما دیوانہ ساں ز زخمِ خطر می کشیم ما منتِ نالہ بہر اثر می کشیم ما بروئے آبِ خستِ سفر می کشیم ما
--	--

”اسجدہ پر وہ ایم بدرگاہش از نیاز  
احسان یار شاد بسر می کشیم

غزل بتاریخ ۲۴- ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ روز دوشنبہ بقلم ابن نگر

کہتے ہیں فلسفی جسے قائل ہو قال کا منکر الہ کا ہو وہ شیدائے مادہ کہہ دے جو پیر میکدہ تجھ سے تو مان لے عین الحیاتِ عقل کی جو جستجو سے انجام کار کا اُسے ہرگز نہیں خیال عقدہ ہو اُس کے پاس متائے کائنات وہ پوست و استخوان پہ ہو مفتونِ بے قرار	عارف کو بھی یقین ہو تیرے دلِ سحر کا پہ چشمِ دل سے دیکھنے والا جمال کا حجتِ نکر تو کام نہیں قیل و قال کا عاشق ہمیشہ عشقِ تیش وصال کا آغاز سے ہی اُس کو یقین ہو مال کا یاں منتظر جو اب ارنی کے سوال کا یہ ہو نشانِ حسنِ رخ لایزال کا
---	--

کہتا ہوں کوئی کافر و مسلم کوئی نہ مجھے  
اگر شاد پر وہ اٹھ نہ سکا میرے حال کا

غزل بتاریخ ۲۵- ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ روز شنبہ بقلم ابن نگر

کیا کوئی جنسِ محبت کا خریدار نہ تھا سائے خوبانِ جہاں کے شیدائی تھے	کون ایسا تھا جو یوسف کا طرفدار نہ تھا کون ایسا تھا جو وہ دل سے خریدار نہ تھا
---	---

غیر اس ان سے کوئی بھی خبردار نہ تھا	کس کا جلوہ تھا جو یوسف پہ لیا تھی فدا
کشش حسن سے لیکن وہ خبردار نہ تھا	کشش وصل سے واقف تھا فقط وہ یہ
مردمِ چشم کا کون آپ کے بیمار نہ تھا	بتلا خود تھا میجا مرضِ الفت میں
بت پرستی کے سوا کچھ بھی خبردار نہ تھا	حق پرستی کی فقط عشق سے تعلیم ہوئی

بختِ خوابیدہ نے مجھ کو نہ جگایا شربِ وصل  
شاد ملنے کو وہ آیا تھا میں بیدار نہ تھا

غزل بتاریخ ۲۵-۱۰ ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ روزِ شنبہ بمقامِ رجن نگر

میں نے حسینیوں کو شاد! بویا پایا	کیا بیاں کروں تجھے عشق کر لکھیا پایا
اُن کی کب محبت میں کوئی بُدعا پایا	سادگی حسینیوں کی ایک آفتِ جاں ہی
عشق کی مصیبت میں اُس کو بے پتا پایا	دل کو اپنے پہلو میں دہستیں نہیں بچھا
آج تک تو فرقت میں نہ نارِ سا پایا	درواگر دیا یا رب ہوا تو بھی کچھ ایں ہیں
اُس کو برسرِ میدانِ جرات آنا پایا	جس کے دل میں عزتِ ہر اور جیسے حیثیت
آپ کی محبت میں میں نے یہ مزا پایا	ترک ہو گئے اک دم اپنے اور بیگانے

نورِ چشم نے اس شاد پانی ہی بصارت پھر  
لاکھ شکر ہی رب کا دل کا مدعا پایا

غزل بتاریخ ۲۹- ذی قعدہ ۱۳۳۵ روز شنبہ مقام مسند مبارک

عام لوگوں کا جدایاں مرا یا رُجدا مہراور قہر کے اُس کے ہیں نالے انداز دیر میں کفر کی وفیق ہو جُدا کہے میں زلف رخ گرچہ ہم ایک ہی معشوق کہیں ایک معشوق کا جلوہ حرم و دیر میں ہو عبد و معبود کے لفظوں کا جدا ہیں معنی ہو اگر حفظ مراتب کی ضرورت واعط تم سے او شیخ و برہن نہیں مجھ کو نسبت	طور بھی اُن کا جدا جلوہ اظہار جُدا طور پر نور تو دوزخ میں معنی نار جُدا رہتی اسلام سے ہو گئی باز رُجدا ظلمت اُس کی ہو جُدا اُس کے ہیں نور جُدا اُس کے طالب بیخ اُس کے طلبگار جُدا اس لیے نظر آتا ہو مے یا رُجدا یار سے کیوں نہیں کرویتا تو اغیار جُدا میری تسبیح الگ ہو مرا زنا رُجدا
--	--

کفر و اسلام کے جھگڑوں سے مبرا ہو شاد  
یہ گرفتار تر اسباب سے ہو ای رُجدا

غزل بتاریخ ۲- ذی حجہ ۱۳۳۵ روز شنبہ مقام مسند مبارک

کجائی ستمگار و اے بے وفا وہم در و دل تو نسازد اثر قدت سر و سہی گل عذار	بیاتا بگویم بہ دل مرحبا چہ غنچہ بود نشگفت از صبا ز گل بر قدرت زیبارد قبا
--	--



بصارت چشم پیر کن عطا	نباشد عطاءے تو ناقص الہ
کہ رحے نماید براحوال ما	ز تو گر نخواہم دگر گو کہ کیست
علی آں کہ او هست مشکل کشا	بحق محمدیہ ہر علی
بجز ذات تو نیست دیگر خدا	کرم کن الہی کرم کن بہ من
تو شاہی کن رحمتے برگدا	برگاو تو چوں گدا آدم

چو یابد ترا نشاد گرد و فدا  
کجائی چگونہ بجوید ترا

غزل بتاریخ ۵ - ذی الحجہ ۱۳۱۳ روز جمعہ بمقام مسند مبارک

قاضی جور نوشتہ است علیہ الفتوی	تیغ ابروے تو عاشق کش و پیغام قضا
گل بخت دید و بفرو و بیا شاد و بیا	صبح دم از پرتو گلشت گلستاں رفتم
بشتابی کہ رود سوئے چمن با و صبا	مرجا گفت گم زد و بر فتم بہ چمن
ہست شاید بدلت درو کہ جوش دوا	گفت ای شاد تو چوں غنچہ چراغ افروزی
نتوانم کہ بہ پیش تو کنم شکر ادا	گفتم تو کہ از بس پیش احوال تو من
باد انفاس شمیمت بچمن روح فرا	گلستاں جہاں تازہ بمانی دائم
شاید آں سنج کہ وارم خبر نیست ترا	درو دل با تو چگویم چو توں خواہی کرد

نور چشم که خدا عمر دهد یکصد و سی	ناگهان ضربت پیش بر سیده ز قصنا
پاسخم داد که ای شاد نباشی و گمیر	مرد باید که هر اسان نشود و در دنیا
مشکلی نیست که ای شاد نگردد آسان	نا امید نیست گنه لبس تو دعا کن ز خدا
قرۃ العین چون بخشید خدای بهمتال	بچسبان نقص گزار و تو بگو بهر خدا
چشم نور بصرت زود منور گردد	بخندش نور سموات فروغی ز دنیا
ایں نوید بیکرساندم تو امر فرما و شاد	ملحی گفت که ناشن چی بن هست صبا
رفته بود او بطواف در خواجہ اجمیر	خرده آورد ز دربار معین گوش کنش

گفته بهیم غیبی نشود شاد غلط  
دوستان را شده قبول همانا دعا

غزل بتاریخ ۱۹ ذی حجه ۱۳۳۵ روز جمعه بمقام مسند مبارک

قلوب اہل دل روشن بود چوں شمع مخلصا  
بجز عارف ندارد آگهی از پر تو دلہبسا  
ترا ای ساقی مستان تنگ ظرفی نمی ماند  
دلت از بہر بجزا دہ می شایہ چو ساحلہا  
اگر داری دل تیرہ ز داغ عشق روشن کن

که در هراکجن پیر تو دهر چو شمع مغلها  
 بهریم ما بهار حسن تو نظاره می خواهد  
 بگوگل را که بردارد نقاب از رخ مغلها  
 بکش اشخ جام می که هنگام بهار آمد  
 که از صبا گلگون است نگین شهر مغلها  
 طریق عاشقان و اعطی دانی شنو از من  
 جدا باشد طریق عشق از هرا راه و منزلها

چون خوش گفته علی ای شاد سر عاشقی نیست
محبت جاوه دارد نهال در خلوت لهما

### ردیف (ت)

غزل بتاریخ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ هـ روز یکشنبه بمقام مسند مبارک

در سرم ز زلفا و از جنون ملا بر خاست	ای خدا منی دانم این بلا چرا بر خاست
عبد و صل یار آمد موسیم بهار آمد	گل شگفت از بلبل شورش نوا بر خاست
روئے دل سوئے قست چشم من سوئے قست	از چراغ شکست و از دلم صد بار بر خاست

چون تو آمدی در بدول مدعا برخاست	جستجوی تو کردم در حریم و بختانه
چون شنید از عشقم از پی جفا برخاست	درد و فادشمن مهر کس نمی گنجید

شاد تو بتوانی دور کن خودی از خود

چون خودی میان آمد قربت از خدا برخاست

**غزل** بتاریخ ۲۶ - ربیع الاول ۱۳۳۵ هـ روز پنجشنبه مقام مسند مبارک

زندگی مایه صد آزار است	آرمیدن بجهان دشوار است
اندرین بتکده حرص و هوا	بجز از یاد صنم بیکار است
عمر تو گر مرز بهر هم زدنیت	اندرین دار فنا بسیار است
اندرین دشت کدام آبله پاست	خار رایش مرز خونبار است
تا که عکس رخ و زلف تو فدا	دلیم آئینه جو هر وار است
تا رسائی بود از سخت چنان	که به هجر تو از آن طوبار است
نکنند ناله و نریاد و لم	اگر از بے اثری نیز ار است

می رسم شاد بسر منزل کفر

جاده راه مرا ز نار است

غزل بتاریخ ۲۵ - رمضان ۱۳۴۱ هجری روز شنبه بقیام سند مبارک

فروغ چشم وحدت این چو دوست	فروغانی از آن بزم شهود هست
کشیده سرمه و چشم عالم	که از رنگش فلک عین کبود است
جبین دارم بدرگاهش چو خوشید	فروغ نجم از داغ سجود است
اگر عاشق شهید ناز گردو	عجب نبود نیازش از وجود است

زمن بر احمد و آل محمد  
محرر تحفه شاد از درود است

غزل بتاریخ ۲۵ - رمضان المبارک ۱۳۴۱ هجری روز شنبه بقیام سند مبارک

تو گوی عشق را و اعط خون است	غلط گویی که این فوق درون است
ز رمز معرفت آگه نساید	به راه حق همین یک است همون است
ز داغ او دلم گردید روشن	از نوید درون و هم برون است
کسے گر عیب پندار و خطا کرد	ز بون است ز بون است ز بون است
به بیرنگی درون پرده ذاتیت	که ز رنگش عشقش همون است

بشر گرد و شناساے حق او شاد  
بحرف عشق صد و بیس فسون است

غزل بتاریخ ۲۲- ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ روز شنبہ مقام مند مبارک

درست ساقی صبا کے ناب است	کیفے دما می در آل شراب است
گرمست عشقی مو نوش مو نوش	در مشرب ما عین ثواب است
بے پروہ بسینی ظاہر چگونہ	پوشیدہ یارم در صد حجاب است
زاعیان ثابت پوشیدہ ماندہ	ہر یک تعین دیرا حجاب است
پیوستہ بادے چو گردیدگی کایں	اندم انا گو عین ثواب است
گروات در یادانی چہ چیز است	ہر موج و طوفان دہم بحر آب است

در علم عرفان از فیض مرشد  
ایں شاد صد شکر بس کامیاب است

غزل بتاریخ ۲۵- ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ روز شنبہ مقام ارجن مگر

مجانے میں نہیں ہیں فقط شیخ و شاب مست  
ہر منہی ہو صورتِ مست شراب مست  
گردش سے چشمِ مست کی عالم خراب ہو  
ہیں آسماں پہ دونوں مر و آفتاب مست  
ہر رعد و برق بھی اُسی عالم کی مست ہو

نخندہ جو برق ہو تو ہی گریاں سحاب مست  
 تیری نشیلی آنکھوں کا میں کیا اثر کھوں  
 تارِ نگہ سے بڑھ کے ہیں تارِ نقاب مست  
 ان کو تو جاں نواز ہو آہنگِ بے نوا  
 مستوں کو کب کریں گے یہ چنگ و رباب مست  
 ان کو نہیں ہر جنت و دوزخ سے واسطہ  
 بیکار جانتے ہیں عذاب و ثواب مست

کس کی چشمِ مست فہم والا کر دیا  
 فرمائیے تو شاد ہوئے کیوں جناب مست

غزل بیا رخ ۵ - ذی الحجہ ۱۲۸۵ روز جمعہ مقام مند مبارک

پرستیدن بت عبادت ہم نیست	وفا گر نماید عنایت ہم نیست
تو ایجا و رسمِ جفا کروہ	ترا اسی جفا کار عادت ہم نیست
بیا لیلین بیمار آئی اگر	شفائش ز چشمِ عنایت ہم نیست
زدیدار تو گر شوم فیض یاب	نشانِ قبولِ عبادت ہم نیست
دل و جان بر مشر حوالہ کنید	مریدانِ صادق ارادت ہم نیست

ہر آنکس کہ کردہ ادب اختیار  
بہر دو جہاںش سعادت ہمینست

بہ پورت نماید عطا نو چشم  
ز حق شاد و اللہ مراد ہمینست

## رویت (د)

غزل بتایخ ۱۱ صفر ۱۳۳۵ روز شنبہ مندر مبارک

سرم از زلف تو ایدوست ہو کاردار رہبر قافلہ عشق سبکہ را رخ خونِ عشاق بالی تو اگر از کف پا حیف باشد کہ یکے عقدہ دل باز نکرد ماہ تا صبح بود مہر منور تا شام ہر قدر عشوہ و انداز ستم میداری	چہ ہوا نیست کہ از ظل ہماے دارد جرین نالہ من با نام لے دارد جائے ناز است کہ از نگاہ دارد جستگین ز صبا عقدہ کشائے دارد چہیست آن چیز کہ درو ہر نقائے دارد ولی دیوانہ عشاق فائے دارد
---	---

اثر سوز کہ در نالہ شاد است چنان  
عجب نیست کہ از عشق نواے دارد



غزل بتاریخ ربیع الاول ۱۳۳۱ هجری بمقام سند مبارک

چشمان تو زیر ابرو داشتند	دو ترک سخا نه گمانند
و ندان تو جمله درو داشتند	در حق لعل گوهرانند
عشاق ز تیره بختی هجر	در روز بطلت شبانند
عشاق بعرض حال پشت	چون غنچه دهاں بے زبانند
ارباب کرم چو ابر نیان	از دست سخا گهر فشانند
از مایه سیم و زربخیلاں	چون مار بگنج پاس بانند
در حضرت بے نیاز شاهاں	خواری کش سنگ استانند

از دشمن و دوست نیک طبعان  
چون شاد همیشه شادمانند

غزل بتاریخ ۱۲- جمادی الاول ۱۳۳۱ هجری روز یکشنبه بمقام سند مبارک

حسنِ جاناں چوں تجلی یار شد	چشمِ باطن محو آں انوار شد
درسِ عشقش تا گرفتیم و اعطا	سینه ام گنجینه اسرار شد
از طلبِ مطلوبِ مخفی می شود	بهرِ مطلبِ زان طلبِ پیکار شد
هرگز از عشق گردوار جمند	عشق بر سر طره دستار شد

یکدم از یاد صنم غافل نیم این قدر بگریستم در هجر او در دل من هر چه او القا نمود میں دل من گشت چون از آشنا این ولی شیدا مگر منصور بود	دل ز ذکر او چنان بهشمار شد دیدۀ من ابرو را بار شد آن پیامش سر بسر اسرار شد نامہ وقاصد ہمہ بیکار شد بر سر وار آمد و سر داشت
---	--

پیش چشم حسن شد چو جلوه گر  
شاد چو آئینه محو یار شد

### غزل بتاریخ ۲۹ جمادی الثانی سنه ۱۱۹۷ هجری بمقام منتهی

دیوانه و لم با لیل یار است به بینید در عشق چه حاصل شده من با تو چه گویم هر دماغ که از فریفتن آن گل بلم خست هر چند که در کعبه و بتخانه بر م راه دانم که بمن یار وفا هیچ نکرده بیکار ندیدم گهی آن جنبش ابرو هر چند که او شاد مرا یاد نه فرمود	در عشق مرا خوش سرو کار است به بینید دل خوں شده و سینه نگار است به بینید از شعله کشی شمع مرا راست به بینید چشم و دل من سگے نگار است به بینید لیکن به وفا هم سرو کار است به بینید این شیخ و دو دم بر سر کار است به بینید لیکن دل من محو به یار است به بینید
---	---

غزل بتاریخ ۲ شعبان ۱۳۳۱ھ بمقام مسند مبارک

بدہ از سلسلہ زلف مرا تارے چند	کہ وہم تاب پی رشتہ زنائے چند
عاشقان عافیت خویش نخواهند بخش	با پیداز بہر دل اردل آزارے چند
کفر و ایمان بجز آن لاف سخت نیست	بستہ او بہ حیاتند گرفتارے چند
چشم بدور کہ چشم تو بہ محفل ساقی	ہوش بستاند بیک جام زہشایے چند
پی دل بردن عشاق و فاکیش مرا	ماند بدیم و گر ہچھو تو دلدارے چند
عجب نیست کہ ہوش از دلِ دان برد	میکند مست نگاہتِ دلِ شایے چند

ساکب عشق سبکبار بمنزل برید  
شاد از بوالہوسانند گرانبارے چند

غزل بتاریخ ۲۴ رمضان ۱۳۳۱ھ روز جمعہ بمقام مسند مبارک

حسن نمود رخے شور و شرے پید شد	عشق زو نعرہ کراہی کوہ دے پید شد
فطر تم گم شد و از جیب حقیقت ہر زد	عشق من گفت کہ شویدہ سے پید شد
چشم من دیدہ چنان گفت من نائل	در خور جلوہ ما دیدہ درے پید شد
عکس خود دیدہ دریں آئینہ پیکر من	گفت دلبر ز کجا ایں دگرے پید شد
یار بیتاب شدہ چون بہر مقلبت پید	از دردِ دلم بدلِ او اثرے پید شد

پیر میخانہ مرا دیدہ بفرو و چنان	از کجا مستی از لب اوہ خدیجے پیشند
---------------------------------	-----------------------------------

شاد از عشق صنم هیچ مکن بدیش پس	گشت معلوم کہ پیدا و گرے پیشند
--------------------------------	-------------------------------

غزل بتاریخ ۳۰ - رمضان ۱۳۲۷ روز پنجشنبہ مقام سند مبارک

در عشق یار عشق بر عاشق ضرر نداد	لیکن ز دور و او بدیش ہم اثر نداد
مشاط گشت عشق پیامش بہن ساند	از حسن او کسے بدل من خبر نداد
عمر بود کہ بوئے گل از گل پید و رفت	رفتہ کجا کسی بکس انوے خبر نداد
از گر پاشک چشم بشوقش ببا و رفت	ایں ایرین جو شبنم غلطان گھر نداد
رفتم بسوئے کعبہ کہ بنیم جان و ست	لیکن بتے ز غارت و نیم گز نداد
دستے زجاں بشویم و دل نون کفم غم	او بوسے ز لعل لب خود اگر نداد

منصور وقت کوشو آن لہوس کہ شاد

در راہ عشق دوست میر و سر نداد

غزل بتاریخ ۱۹ - ذی قعدہ ۱۳۲۷ روز پنجشنبہ مقام سند مبارک

حق چو سزوات خود بر من کشود	نقش اغیار از دل و چشم ر بود
در سراپا آتش عشقش گرفت	از دل افسر وہ بر آرد و دود

اینکه تا بروی پود می بینی عیاں	عجب تست از نفس اندر وجود
در دلم چون دیدشان عشق را	سلطوت فرزانگی از من ربود
نقش و عدت شاد چون آمد پدید	
حرف غیرت ز قلب من ربود	

### رولیف (ر)

غزل بتاریخ ۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ هـ یوم کشتنید بجام من مبارک

حسن آں بُت امکانست ای پسر	عشق حق را نرو با نیت ای پسر
عقل دشمن دل محب و تن حجاب	سیر این هر سه عیانست ای پسر
کو یقین سازیم ما با تست حق	این دل ما در گمانست ای پسر
سینه ما را هدف سازی خوشست	ناوک تو در گمانست ای پسر
بر خطا با گریه می با نیت کرو	این ز عبدیت نشانست ای پسر
دامن عصیان شود و ایم دراز	رحمتش گوهر نشانست ای پسر
در جهان دل بتو گردو عیاں	عشق او سیر نهانست ای پسر
شاد میدارد بدل عشق بسته	آه و ناله تر جانست ای پسر

غزل بتاریخ ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ روز شنبہ مسند مبارک

رہتا ہوں میکدہ میں الفت کا دل لیکر جب میں نے لوگانی دل ہی میں تجھ کو پایا طرہ لگاؤ سر پر تم مشرقی کرن کا درد آشنائے الفت دل ہو تو راز سمجھ مسند میں رجم میں پایا نہ ہم نے تجھ کو دیکھا جو غور کر کے اپنے میں تجھ کو پایا	ساقی جلا یا دل کو تجھ سے ایام لیکر دیرو حرم میں ٹھونڈا اگرچہ چراغ لیکر اتراتے پھرتے ہو کیوں تم پر زراغ لیکر سمجھے گا کیا تو واعظ خالی دماغ لیکر ہر جاے پر پھرے ہم تیرا سراغ لیکر تو ہی مکین تھا دل میں دیکھا چراغ لیکر
---	---

دیدار ہم کو اُس کا ہو جائے تو ہی کافی  
اسو شاد کیا کریں ہم جنت کا باغ لیکر

ردیف (ر)

غزل بتاریخ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ روز چہارشنبہ مقام مبارک

بچہ انداز سبر آمدہ آں مایہ ناز چہ پری چہرہ کہ خار نگہ پیش بہت دوش از لطف بخوابید یہ پہلویم گفت	طلعتش ہوش با جلوه او صبر گداز بچیں عشوہ ندیدہ فلک بہت باز ندیم تن نمکنی گر تو بہن عجز و نیاز
--	--

<p>جان من باد فدا کن تو باین غمزه و ناز که بهر غمزه و انداز بود صبر گداز سیری دین و دل از شیخ و بهمن انماز</p>	<p>گفتم ای عریده جو بگزاین جور و جفا گفت بچوں من شگول بے را دیدی گفتش ای بخت کافر چه نمایم صفت</p>
<p>گفت ای شاد نقیص کن باین حسن و جمال همه خوبان جهانند مرا همچو ایاز</p>	
<p>غزل بتاریخ ۳۰ جمادی الثانی ۱۳۳۵ روز شنبه بقام مندر مبارک</p>	
<p>مراست خدایت جانباری وفا و نیاز شوی بخلوت دیدار دوست محرم از خرد عابد و زاهد تو اسیر آرزو نماز اگر فسانه تو گوش کردن است جواز گذر بعشق حقیقی شود ز راه مجاز ازین امید تو امسال کن مرا ممتاز</p>	<p>تراست شیوه دل و نون و کرشمه و ناز کنی چو ترک خودی هر حجاب برخیز و نیاز و درد و محبت متاع عشاق است حدیث غیر شنیدن با شوق است حرم سر به بهر بیتاں دار تا بکام رسی ز هفت سال نایبت کروم ای خواجہ</p>
<p>اگر به روضه اقدس روم بگویم شاد منم غریب دیار و تویی غریب نواز</p>	

# رویفش

غزل بتاریخ ۸- ربیع الاول ۱۳۱۵ روز یکشنبہ بقیام سند مبارک

دل ہدف شد ز تیر مژگانش	زخم زارے شدہ ز پیکانش
سرم آشفست و عقل ہوش بہ برد	زلف مشکیں عنبر افشانش
عاشق صادقست بے چارہ	تو بخون ریختن مترسانش
شام از زلف او ہویدا شد	صبح سر زد ز روئے تابانش
روز من کردہ اسب چمن شب تار	سرمہ چشم شوخ فتانش
خضم گشت آل لب لعلش	زندہ بنمود آب حیوانش
خون کند مشک انبات غزال	نکبت زلف مشک افشانش
گر مکہ خضر لعل او گردد	تلخ کامش ز آب حیوانش

سرنہ پیچہ کہ از ارادت شاد

گرستانی تو جان من جانش

غزل بتاریخ ۲۹- ربیع الاول ۱۳۳۱ روز یکشنبہ بقیام سند مبارک

نہا شد شاہ اگر در کوچہ و بازار جویندش	کہ اجیر نیست او در راہ کوئے یار جویندش
---------------------------------------	--



اگر این لیل سدره پیر و از نفس بیرون همانا شاد از زندگی گزشته مرد صوفی شد	نیابندش اگر در گلشن و گلزار جویندش نه بیندش اگر در خانه خار جویندش
از عشق چشم گلو یان ل عاشق مرقد دارد ز چشم پرفن او طالم چه کردی سحر عاشق را	علاجش هم پیش ز گرس بیمار جویندش همان بهتر علاج از زنگس بیمار جویندش
بخوان تو شاد و اور عاشقی بر تر عشق خود کلا و در میان عاشقان سر دار جویندش	

وقید کفر و ایمان شاد عمی شد کلاز دوست  
چرا اکنون بابل سحر و زنا جویندش

غزل بتایخ ۱۰ - جمادی الثانی ۱۳۳۵ روز یکشنبه مقام سمنگ

استمنا از مکر این ال جهان هشیار باش غافل زیاده از دُحِب این دنیا مشو	هست این راه ای شیرین هشیار باش پیش آید وقت پیری نوجوان هشیار باش
غیر حق بگزارد و باو حق گزین گر عارفی اندین ادوی ز مکر پنهان غافل مباش	از قنایست مرگ می آید و او ان هشیار باش کاروان عمر تو باشد روان هشیار باش
منمنا دایم پنداری که چینی گل ز عیش در ریاط و هر عارف دل به نعمت ما بند	در قنای هر بهر آن بدختران هشیار باش سفره اش باشد پی هر میهمان هشیار باش
چهره دستی گر کند دشمن مترسل صلا تو شاد	یادری جو از خدا از نهم جان هشیار باش

## رویف رک

غزل بتاریخ ۲۵۔ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ روز شنبہ قیام شیش تہاپور

<p>گریں گے جستجو ہم لامکاں تک تیرا شیوہ ستم ہی جب کہ ٹھہیرا مخدود و بود سے واقف نہیں ہیں ہمارا شوق رہبر جب بنا ہی ترا ای فلسفی ہی مادہ جان ابھی نفرت ہی سننے سے مراحل مراجو علم ہی علم حقیقی مے یہ بختِ خفتہ جاگ اٹھیں گے</p>	<p>رہے گا چھپکے تو ہم سے کہاں تک ستارے تو ستانا ہی جہاں تک ہم اپنے کو تو بھولے ہیں یہاں تک پہنچ جائیگے اکدن کارواں تک کہاں تیری رسائی حدِ جان تک سنائے کوئی پھر اُس کو کہاں تک ترا زابہ فقط علم البیلاں تک رسائی ہو جو اُس کے آستان تک</p>
---	--

نہ کیوں ہم بے پتہ ہو جائیں اور شاد  
پہنچنا ہی ہمیں اُس بے نشان تک

## رویف (ل)

غزل بتاریخ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۵ روز جمعہ بمقام شاد منزل

کس کو سناؤں حاکے بھلا اجائے دل	وہ مجھ کو جاننے پہنچ ہیں آشنائے دل
فریاد ایک وز قیامت اٹھائے گی	کچھ کم نہیں ہو صورت سے میری شکل
گمراہ ہیں ضرور یہ منکر وجود کے	سمجھ نہیں وہ کیا ہو میرا مددائے دل
ہر ذرہ آئینہ ہو بصد غور اس میں دیکھ	کس آفتاب کی ہر جھلک اس صفائے دل
امیدِ عفو ہو کہ وہ حاصی نواز ہو	ہر چند بے حساب میری ہی خطائے دل
اس کے سوائے کوئی نہیں ہو بہان ہیں	ایسی سمجھ ہو جس کو وہ ہر ارتعائے دل
ترتیب کائنات میں پوشیدہ راز ہو	میں کیا بتاؤں لازماً تجھ کو کھائے دل

ایو شادنا امید نہ ہو اس کے فضل سے

ہو منحصر کرم پہ فنا و بقائے دل

# روایت م

غزل بتاریخ ۲۹- ربیع الاول ۱۳۳۵ هـ روز یکشنبه

دوش چوں آن فتربالا دیدم	جلوه قامتِ طوبی دیدم
چوں پری بر دزل صبر و قرار	شب چو آن زلف چلیپا دیدم
از کلم دل من زنده نمود	بخت را معجز عیسی دیدم
شور سودا بسم چمن قیس است	تا که رخسار تو لیلی دیدم
مغزل را بحدیث اے گل	بخدا بلبل شیدا دیدم
بچو و املق زدلم بر دشکیب	طلعت یار چو عذرا دیدم
چون کشید از رخ خود یار نقاب	بیخودی صورت موسی دیدم
ای زبانه بخت که در محفل خود	یار را انجمن آرا دیدم
از کجلی جمالِ سرخ دوست	بدلم وادی سینا دیدم
هوس جو بر رفت از دل من	عارض روکش عورا دیدم

شاد در کعبه چو رقم دیروز

طلعت آن بت ترسا دیدم

## غزل تاریخ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ روز شنبہ مقام مند مبارک

خلق میگوید مرا کاشا دمن سرزانه ام  
کس نداند از هوا کے زلف او دیوانہ ام

بست نقش صورت بر صفحہ لوح و لم  
غیر خود دیگر نہ بسینی اندریں بجانہ ام

اندریں بت خانہ ساقی از نگاہ مستی است  
چشم مست آل بت رعنا شدہ پیمانہ ام

چوں نسوزم خویش را از آتشین حُسنِ صنم  
بر جالی شمع رویاں صورت پروانہ ام

جز فائے خود نہ بسینم در زمین آسمان  
در میان آسیا افادہ، بچو دانہ ام

برودل سالہا خدمت نمودم چوں ایاز  
رفت چوں محمود ازاں اندر جہاں افسانہ ام

گو بگوید عاصد کے شاہد پرستم پیشِ خلق  
صوفی آزادہ ام بر مشرب زندانہ ام

برهن داند که باز تار نبود ربط من  
 شیخ میگوید که از اسلام من بگانه ام  
 آنکه می پرسد مرا با خواجه می داری چه کار  
 خواجه جانانم بود من طالب جانانم  
 شیخ گوید قبله ام بتخانه باشد راست گفت  
 کعبه شیخ است از عشق بته بتخانه ام  
 تو طواف کعبه فرما من طواف دل کنم  
 دل بود از کعبه به از جلوه جانانم

شادانا حق گویم از هفتاد و دو ملت پس  
 نیستم منصور لیکن عاشق دیوانه ام

غزل بتایخ ۴ - جمادی الاول ۱۳۳۵ هـ روز شنبه بقام سند مبارک

در زلف گرفتارم از عشق جگر خوارم  
 اے دوست بتو یارم ز اغیار تو بیزارم  
 گر بخت بود غفته پر و اے نمی دارم  
 چوں دوست بود از من با طالع بیدارم

هر چند که می نوشتم از خود نه شوم عاف  
 بر پائے صنم افتم بد هو شتم و هم شیارم  
 گویند مسلماناں کافر زبته هستم  
 بادشمن خود سازم من عاشق عیارم  
 گوید که موصدام گویند غلط گفتم  
 گویند گرم کافرا قرار نمی آرم  
 فی کافرو فی مومن زین هر دو من آزادم  
 از رشک بگویندم مکارم و غدارم

از مشقه و دنیا هر چند که بیکارم  
 از شاد ز فکیر او والد که با کارم

غزل بتایخ ۲۲ - جمادی الاول ۱۳۳۵ هـ روز چهارشنبه بتمام شاد و بنگر

ز قبله رخ تو چار سو نماز کنم	ز هر طرف سوی تو سجده از نیاز کنم
بمشق تو دل از اغیار رو بگردانم	ز ما سوائے تو ای دوست احترار کنم
اگر به کعبه روم یا روم به بیت خانه	جمال یار به بنیم چو چشم باز کنم
مرا بنحضر چه کار است پیش پیر منان	شراب عشق به نوشتم چو لب فراد کنم

مرا حرام بود که ز غیر حرف ز کنم	حدیث یار بگویم سخن دراز کنم
بهر سبب که روم تو مرا خضر باشی	ز راه غیر تو ای یار احتراز کنم
تمام خلق به بید مرا بچشم قبول	چو در بدر که سلطان دلنواز کنم
مبین بظاہر و کافر مرا گوای شیخ	بیاد دوست پیش بتاں نیاز کنم
چو آفتاب ز عشق است در دل اشرفی	که از فروغ دل ذره عشق باز کنم

ز سوز عشق کشته زخم نیاز دل آید شاد  
نه من سماع نه آواز چنگ و ساز کنم

غزل بتاریخ ۹ شوال المکرم ۱۳۳۵ هـ روز شنبه بمقام مندی مبارک

چو دل بدست تو دادم باختیار تو ام  
بصد نیاز شب و روز اُسید وار تو ام  
نهاد پیس منان نام من خماری شاه  
کشم اگر چه خیم باد و در خمای تو ام  
دل من ز دور و فراق تو همای تو ام  
شب وصال اگر چه که در کنای تو ام



گو تو کافر می یار کافر عشقم  
 گو تو فاسق و فاجر گنا هگای تو ام  
 اگر راز دروغ و لاف برداری  
 بگو به راز دل من که راز دار تو ام  
 زخم زرد و فراق چو زعفران زرد است  
 باغ عشق ز داغ تو لاله زار تو ام

اگر چه ایچ نیم لیک عشق کرد قبول  
 بگو تو شاد به خواجه که دلفگای تو ام

نورل بتاریخ ۱۳۴۱ - ذیقعد ۱۳۴۱ روز جمعه بمقام شاد نگر

گفت زلف و عارض مارانگر - گفتم بچشم  
 گفت وصف هر دو کن شام و سحر - گفتم بچشم  
 گفت اگر خواهی که بینی خویش را در صورت  
 من ترا آینه ام در من مگر - گفتم بچشم  
 گفت شیدا کیست بر من - گفتمش این جان نثار  
 گفت معشوقم فلن بر من نظر - گفتم بچشم

<p>گفت نخل آرزویت کیست گفتم قامتت گفت اگر خواہی ازومی چین ثمر- گفتم بچشم گفت اگر عاشق شدی گسل جان گفتم بدل گفت در عشقم رو و بر باد سر- گفتم بچشم گفت آسان نیست عشقم گفتش سهل است سهل گفت و ر راہش چہاں بینی خطر- گفتم بچشم</p>	<p>گفت گر تو عاشقی ای شاد بہر عرض حال نامہ بنویس از خون جگر- گفتم بچشم</p>
--	--

## ردیف (ن)

غزل سبایخ ۱۰ صفر ۱۳۳۵ روز دوشنبہ بقام سداباک

<p>حقے بہت دیکھے وہ مغرور نظر آتے ہیں چشم مخمور کا مستوں میں تھے ہر دہ اثر سخت جانی مری ہو نہیں گی مجھے قتل عشق کی میسے جہاں ہیں کیونکر شہرت</p>	<p>گرچہ چوہن میں اک عور نظر آتے ہیں سارے مخمور ہی مخمور نظر آتے ہیں وار قاتل کے تو بھر ہو نظر آتے ہیں وہ ہر اک نام میں مشہور نظر آتے ہیں</p>
--	--

بعد اور قرب کی اُن کے نہیں بھی کچھ  
پاس شہ رگ سے ہیں رد و نظر آتے ہیں  
مرے خاک ہوئے دل سے مگر وہ نہ گئے  
شان سے اپنی بدستور نظر آتے ہیں

محنت عشق کا بوجہ دل پر اور شاد  
جتنے عاشق ہیں وہ مزدور نظر آتے ہیں

غزل تاریخ ۸۔ ربیع الاول ۱۳۳۵ء روز یکشنبہ بقام مسند مبارک

اُس چشمِ گرکس سے میں سرمہ درگلو ہوں  
دل میں ہیں آرزوئیں جاسوسِ گفتگو ہوں  
اُس عشقِ باریے تو کیا کیا طلب کرے گا  
دل کی میں توں تمنا جان کی ہیں نہ وہوں  
اِس گلشنِ حواں میں میرا دردِ بربت  
خاموش مثل غنچہ ہنگامِ گفتگو ہوں  
اک ٹھائے نایاب آوارہ کر رہا ہوں  
جس کی طلب میں ہر دم سرگرمِ جستجو ہوں  
غفلت ہو کس بلا کی اتنی خبر نہیں ہو  
اکھویا ہو کس کو میں نے کیوں مجھ جستجو ہوں  
اپنا ہوں پہاڑِ عشقِ معشوق بھی ہوں اپنا  
کس کو طلب کروں میں اپنی ہیں آرزو ہوں  
دل میں نہیں تاتی اور جوشِ پیرِ مودِ عشق  
اس میکدہ میں ساقیِ لبریزِ اک سہو ہوں  
اُقریب ہو شاہِ رگ سے ہو دور ہر مکاں سے  
ہوں سخت نارسا سے حواںِ نصیب ایسا  
دونوں جہاں پہنچ میں نیز نگیاں ہیں مجھ میں  
ڈھونڈوں کہاں میں کون بایں جستجو ہوں  
پاتا نہیں ہوں اُس کو گو مجھ جستجو ہوں  
عالم کا ہوں تماشا عالم کی آرزو ہوں

<p>             انا نفس سے ہر دم اکسا کر گفتگو ہوں              دو نفس سے اپنے میں سر نہر گلو ہوں              کتنا ہی حسن اُن کا میں تیری آرزو ہوں              وہ گل ہوں اس چمن پر اپنا ہی رنگ لہوں              حیرت مجھے بتا پھر کیوں تجو جستجو ہوں              ملتا ہر کون مجھ سے میں عاشق گلو ہوں              اب تک رگ کہاں میں فسرودہ میں لہو ہوں           </p>	<p>             نئے بھر سے ہر گچ میں اسرار قدرت کی              کیا حال دل سناؤں دل سوختہ ہوں لیا              بدلی ہوا کی تیوری گرم عتاب ہیں وہ              ہرگز نہیں ہو میں منت کش بہاراں              جلوئے دکھا رہے ہیں پیش نظر میں ہر دم              مقتل میں اُن کا خنجر کتنا ہی عاشقوں سے              قاتل کی ٹھنڈی گرمی خنجر سے کوئی لچھے           </p>
<p>             ہو کون دوست میرا دشمن ہو کون میرا              ہوں دوست شادا اپنا اپنا ہی میں ہوں           </p>	
<p>غزل بتاريخ ۳۰ - رمضان ۱۳۳۱ھ روز پنجشنبہ بقام سند مبارک</p>	
<p>             دنیا میں آئے ہیں کہ تری جستجو کریں              پہلے ہم اپنے خون جگر سے وضو کریں              ہر وہ نماز دید تری دو بدو کریں              فرصت نہیں عجیب گریباں رغو کریں              کاکل کا اُن کے صوغ ہم موبو کریں           </p>	<p>             کیوں عمر صرف عشق بہت غم کرو کریں              ہیں پاکباز عشق ادا جب کریں نماز              ہو دید میں جو لطف نہیں اس نماز میں              اچھی سنا زخم جگر تیرے ہاتھ سے              سنبھل جھکائے شرم سے رہا لکھا کابل           </p>

اپنے سوانہ پھیں کبھی شکل غیر کی	آئینہ دل اُن کے جو ہم دہرو کر لیا
ملتا ہو سُننے والوں کو ذکرِ جلی کا لطف	محفل میں اس کے مست اگے تھے وہو کریں
شیوہ نہیں ہوا ایسا بھلے مانسوں کا شاد	اُن بن ہوئی تو آپسے تم تم سے تو کریں

منظور ہو جو شاد بنیں آپسے عشق  
پیرِ مغان سے بیعتِ دستِ سبو کریں

غزل بتایخ ۲۰۔ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ روزِ پنجشنبہ

بمقام شاد منزل

ہو تمنا لیکن اصلی آرزو کچھ بھی نہیں  
تیری ہستی بُتِ خاک اور تو کچھ بھی نہیں  
کون ہوں میں کون ہو وہ اور کیا ہو یہ جہاں  
جستجو میں ہیں بہت یہ جستجو کچھ بھی نہیں  
تو ہی کرا نصابِ ظالم! کیا یہی دستور ہو  
چاہنے والوں کی تیرے آبرو کچھ بھی نہیں  
فلسفہ کہتا ہو جو کچھ ہو فقط اک مادہ  
میں یہ کہتا ہوں اگر کچھ ہو تو تو کچھ بھی نہیں

ذات گل سے ہوتی ہو دوئی بہا بہ صحنِ باغ

اس جہاں میں نہ پہ پہ گٹ بو کچھ بھی نہیں

فانی کا جب بتی پڑھ لے تو سمجھے آدمی

ہر وہی اُس کے سوا پھر چار سو کچھ بھی نہیں

میں جن ہوں یہ ہو ہی سمجھو نہ صورتِ غیر کی

شکاد ہر آئینہ اُس کے رو بر کچھ بھی نہیں

غزل بتایغ ۲۲ - ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ روضۃ شنبہ مقام منہا ملک

اِس جنیں شان است شانِ یارِ من

اِہیں ہمہ باشند بیانِ یارِ من

شانِ من والہ شانِ یارِ من

از بقائے جاہ دانِ یارِ من

آفتابے درجہاںِ یارِ من

ہست در ہر جا نشانِ یارِ من

گشت ہر فرہ مکانِ یارِ من

جان من گر وید جانِ یارِ من

بے نشانِ بینی نشانِ یارِ من

ہر چہ از عشق ازل دایم بیاں

در من و او پہنچ فرقت نیست شاد

چوں بذاتش گم شدم باشد بقا

دورہ دورہ را فروغ دادہ است

چوں بہ دیر و کعبہ رفتم یافتم

در تعینِ سورتے گرفت ذات

در مقامِ وصل با او یک شدیم

سجدہ ریز است این جبینم ہر زباں  
شاد ہر آن آستانِ یار من

غزل بتایخ ۶۲ - ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ روز شنبہ بمقام مسند مبارک

چشم ساقی کی طرح سے کوئی پہچانے نہیں جس کا جی چاہے کہ اس سے کہے اور پیئے	میں اسی سے مست ہوں اور وضع مشابہ نہیں منہ ساقی نہیں ہر بند میخانہ نہیں
کس لیے کہتے ہو دل کو خانہ ویران ہر جو کوئی درواشنائے عشق ہو سمجھے کاراں	یہ تو گھر ہوا اک بکیر کل یار و ویرانہ نہیں عشق کا افسانہ ہر یہ اور افسانہ نہیں
جو کہ ہر معشوق عالم اس کا پس دیوانہ ہوں عشق سے رکھتے ہیں ہم دایم فقیرانہ مزاج	میں کسی حور و پری کا یار و دیوانہ نہیں گو مزاج شمع کا ایشاد شاہانہ نہیں

اُس کو محفل میں چھیر ڈواغ پر کھائے ہیں داغ  
دل جلا ہر شاد کوئی شمع و پروانہ نہیں

غزل بتایخ ۶۹ ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ روز شنبہ

بمقام مسند مبارک

لوگ کہتے ہیں مجھے چشم کے بیماروں میں  
نگہ ناز کے تیروں کے ہوں افکاروں میں

کھول کر دیکھ ذرا حلقہ زلف مشکیں

پائیگا شاد کو بھی اپنے گرفتاروں میں

کیسے بے پر کے پرندے یہ ہوا پیا ہیں

روز و شب اڑتے ہیں جو لوگ تیار ہیں

سب کی خواہش ہی کریں عشق کا سودا ہوا

اس لئے رہتا ہی چرچا ترا باناروں میں

آتش ہجر کی گرمی جو جلاتی ہو مجھے

لوٹنا اور ٹرپتا ہوں میں انگاروں میں

یہ جو عشاق کی خواہش ہو کہ بیمار رہیں

لذتیں پاتے ہیں عشق کے آزاروں میں

مست تیرے کبھی میخانے سے جا کے نہیں

ساقیا عہد یہی ہو ترے میخواروں میں

جستجو اس لئے کرتا ہوں ترے وصل کی میں

نام لکھا ہو مرا تیرے طلبکاروں میں

نظر آتا ہو ہر اک جائے میں تیرا ہی ظہور



بحر میں بریں۔ زمیں چرخ کے ستاروں میں

خواہ کافر کوئی یا اُس کو مسلمان سمجھے  
شاد مشہور ہو خواجہ کے طلبگاروں میں

## ردیف (و)

عزل بتایخہ ریح الاول ۱۳۲۵ روز پنجشنبہ مقام

مسند مبارک

جانِ نسی جانِ جانِ جانِ منِ جانِ تو	صدِ حینِ خندہ است لبِ انِ تو
مست فشد پہ کس از می لعل لبست	عالمی اندر خار بہت بدورانِ تو
پیشِ دگر چوں و ہم پیشِ خودِ نجانِ مرا	بندہ تو بودہ ام مطلبم احسانِ تو
کس نہ در بلغِ غبت گاہ نہ خارِ غلیہ	شاوے چیدہ ام گلِ ز گلستانِ تو
پیشِ مسیحا مرو سنتے ازوے گیر	ای دلِ حرامِ نصیبِ تو و روانِ تو
عشق تو گوید بی عقل مزاحم شود	با دلِ من میکند عہدہ و زبانِ تو

کفر حقیقی گزین شاد مسلمان مشو

ہست از عشقِ صنم دین تو ایانِ تو

## غزل بتاریخ ۱۳- ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ روز شنبہ بقیام امجد نگر

دیکھنا ابرو کشیدہ کی فاما تائیر کو عقدہ نظم جہاں ہوا تھ میں اللہ کے آگیا ایفائے وعدہ کا اٹھیں تنگی خیال فلسفی تو کیا جھلا جانے کا سر معرفت شمع ہو وہ ایک ہی ہے ہوش و بیدار میں نے دیکھا ہی نہیں ایسا حسین بے نظیر ارتقائی خاک میں کیا سمجھے رمز معرفت مسلم اس مثل ہے ہیں گائے قربانی کریں ہندو کو صائب کہہ دے نہ دینگے ذبح گائے	کام دل پروہ کیا رو کر دیا تم شیر کو وخل ہی کیا ہو کسی کے ناخن تلہ بر کو رکھ لیا ہو جب تپا پس اپنے میری تحریر کو بند کر بہو وہ اس تقریر کو تحریر کو ہو اگر چشم بعیرت دیکھا اس تنویر کو چاہتا ہوں دل میں کھلون کی تصویر کو اور کیا عزت ہے دیکھے فقر کی توقیر کو رٹ ہے ہر کس ہے ہیں ہواں تجھ کو وہ نہیں دانت کسے ہیں اس تحقیر کو
---	---

لاکھ صلح کل کا دونوں کو سبق دیتے ہیں شاو

کیا بنائے گا کوئی بگڑی ہوئی تقدیر کو

## غزل بتاریخ ۲۲- ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ روز شنبہ بقیام مسند مبارک

طور پر چل کے ذریا راہ کا جلوہ دیکھو گر تمھیں چشم بصیرت ہو اسی ذات سے ہو	میری آنکھوں سے کلیم اس کا تماشہ دیکھو ذریعے فتنے میں ہی نور تجلی دیکھو
--	---

دل سے میں حسنِ نائل پہ ہوں خدا دنیا میں آریہ ناکے کو کہتے ہیں ہری یہ ہی قدیم	میری آنکھوں کو کچھ دیکھا ہری دیکھا کچھ حق ہر وہ مادہ ان لوگوں کا کہنا دیکھو
گر نہیں تم کو یقین میں تمہیں سمجھانا ہوں مثل آئینہ کے دل اپنا بناؤ تو سہی ایک ہی ذات کی عالم میں کشش ہر ہر عشق جس سے ہر نہ اول ہر نہ آخر میں کا دل اگر رکھتے ہو امکان کی کدورت پاک ایک ہی ذات ہری ہر طے پہ ہر جلو نما	کیا ہری یہ معنی ایجاد کا نقشہ دیکھو اس میں پھر روشنی روح مصفا دیکھو قدرت قادر مطلق کا تماشا دیکھو جو ہر اول وہی آخر ہی نتیجہ دیکھو سب سوید میں عالم ہری ہویدا دیکھو چل کے تجانے میں مسجد میں کشادہ دیکھو

کعبہ و دیبر کا ایشاد وہی ہری مالک  
ذرا ان دونوں مقاموں کو خدا را دیکھو

## رولف (۵)

غزل بتایں ۲۳ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ روز یکشنبہ بہ مقام سند مبارک

مددِ یرو حرمِ رفتم زین خانہ و طاس خانہ  
از عشقِ صنم یو دم شوریدہ و دیوانہ

من عاشق جانبازم جان از چربا زرم خواهی که مرا بینی سرست زین نخل ای وحشت دل به خیر و درشت بزم کس نبی عشقش باز درخود و هوشت هنگام بهار آمد جانان بکنار آمد در یکده شب رقم می بود و دو گریانی ای لولے بر بطرن مضرب ساز زن	قاتل بدم تیغست میرقصم و ستانه ساقی بکفت من نه این شیشه و پیمانه زان لطف پیشان دارم دل دیوانه لیکن دل دیوانه از فک شده فزانه افتاد و گر کارم باشیشه و پیمانه بے لطف شده عیشم بے صحبت جانانه و نگاه ز عشق من خوش سر کن افسانه
---	---

ای شاد منی دارم تنها سر شوریده  
دیوانه او دیدم هر عاقل و فزانه

### غزل بناریخ ۱۵ - ربیع الثانی ۱۳۳۱ روز شنبه بجمعه

به قندیار دل نامراد خو کرده فنائے خویش بود و وصل را حواری بنوش ساغر و آگاه ظرف خوش بین بگردن دل من زنته محبت اوست کیسکه کرو گناه و ز شرع او بگریست	ز نخل سرو و خرچیدن آرزو کرده که "خود نمانده و خور و تمام او کرده" شراب ساقی ما شیخ در سبزه کرده نه رشتت نیست ز ناز و درگاه او کرده ز انکس نامه اعمال شریف شو کرده
--	---

و لم شدا ز خس و خاشاک غیر پاک ہمہ کہ عشق و دوستی پر خانہ رفت و کردہ

ببر و ہوش و حواس از سرش چناں می عشق  
کہ شاد بیخ و از و گشت تلے و ہو کردہ

## رویت (ی)

غزل بتاریخ ۲۲ صفر المظفر ۱۳۱۳ھ روز شنبہ مقام منہ مبارک

دل جلے عشق سے جب خستہ سماں ہوں گے  
شمع رو بزم میں وہ سرو چراغاں ہوں گے  
ترکِ ناوک فگنی کر کے فرادیکھ تو لے  
نیم سہل تیرے انداز سے بیجاں ہوں گے  
اُس کے انداز کو گر آئینہ رو دیکھیں گے  
جائے حیرت نہیں جو دیکھ کے حیراں ہوں گے  
تیرے آنے میں اگر ہوگا تالِ شبِ وصل  
پہلے ہم آپ سے نصحتِ شبِ چراں ہوں گے  
خود نصیحت ہوں نصیحت کریں ہم غیروں کو

دے عطا ایسے تو ہم تجھ سے نہ ناداں ہوں گے  
 منت خلق گوارا نہ کریں گے یا رب  
 ہم نہ اغیار سے شرمندہ احساں ہوں گے  
 او جنوں دیکھنا آنے والے فرائض بہار  
 دست وحشت سے کئی چاک گریباں ہوں گے  
 امتحاں کے لیے سینے سے نکالے گا اگر  
 تیرے ہی ملنے کے دل میں مے ارمان ہوں گے

ابتداء عاشق کسی بت کے رہتے کافریں کر  
 یہ نہ ہو گا کہ دم مرگ مسلمان ہوں گے

غزل بتایخ ۵ ربیع الاول ۱۲۷۵ روز پنجشنبہ بمقام مبارک

ناچند دوم از پی شاہی و امیری من طائر قدسم کم از سبدہ نشین گر عارفی ای شاد مشوغہ بدنیا غافل مشوازیاد و نگہداری فرصت ناچند تو و این ہوس دولت دنیا	ناچند کم آرزوے جاہ و زبیری ناچند من و دانہ و این دم اسیری بگزار ہمہ حرص امیری کہ فقیری در عالم تو حید جز این شغل نگیری در شان غنا باش کہ بے مثل و نظیری
---	---

ماچند کنی سیر و تماشاے صورتِ ما	بنگہ بھقیقت تو اگر مرد بصیری
ایست از دستِ میکش از می عشقش	گریار ترا جام و بدشا دیگر

کافر چو کسے گوید تا شاد چہ پروت

تو بندہ عشقی نہ امیری کہ فقیری

غزل بنایخ ۱۱ ربیع الاول ۱۰۳۵ روز چار شنبہ منہا

رات دن دل کی آہ و زاری ہو	برق کی مثل بے قراری ہو
اگر سیحانہ کر تو فکرِ علاج	تینِ فرقت کا زخم کاری ہو
ساقیا دیر کیا شراب پلا	آمدِ موسمِ بہاری ہو
زلفِ جاناں کی دھن ہو آٹھ پہر	دل کو سوداے بقراری ہو
ڈھونڈتے ہم ہیں جسِ رسوائی	دل میں جبے کہ ذوقِ خواری ہو
جوش پر ہو شجاعتِ قومی	آج کل ذوقِ جاں نثاری ہو
رات دن شاد اسی سے مطلب ہو	کیسی خوش زندگی ہماری ہو
آینہ سامنے ہو آٹھ پہر	حُسن کی اُن سے رو بکاری ہو
ہر جو بت کے گلے میں یہ زنار	کفر سے اس کی پشتِ داری ہو
یاد آئی ہو بے وفا کی پھر	پھر وہی دل کی بقراری ہو

آج مقتل میں آئیں سب عشاق	یہ سنگمر کا حکم جاری ہے
ہر عجب شاد اُس کا محسن غیور	بے جانی میں پر وہ داری ہے
<p>غزل بتاریخ ۲۰۔ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ روز جمعہ مقام سندھ</p>	
<p>ہیں قریب اُردو صو کے عیا بیت زبانی  تھے سینے میں جو دل ہو یہ کعبہ حقیقت  یہ جو دل ہو عاشقوں کا ہی فیضِ حیات  نہ حرف بے وہاں نہ تر الفظ بے زباں ہے  بڑی کشش میں ہیں ہر سوچ کیا کرو میں  مجھے بھلو آپ موسیٰ مے دل کو طو جانو  تری پیش اسی مسیحائے زخم دل کا مہم  مے دل میں تو سما جا رہی جاں کی جانِ بجا  اُسے کتا ہوں میں اپنا وہ نہ اور بیکار</p>	<p>کرو وعدہ کرو فاقہ تو میں سمجھوں ہر بانی  ذرا غور سے فطر کر کہ یہ نہ ہو نہانی  اسی گنج کی ہیں کھرتے وہ ہمیشہ پاسبانی  ہر بیان بے نشانی ہو زبان بے زبانی  کبھی ہو خیالِ عقبی کبھی فوقِ حکمرانی  کوئی جلوہ لب کھا و نہ سناؤ لہر تانی  تھے ناز کا اٹھانا ہے یہ عیشِ زندگانی  مری جان کو بقا ہو ہو اگر چہ جسم فانی  مجھے اپنا ہے سمجھتا ہے اس کی مہر دانی</p>
<p>کرو قدر اس کی بار کہ یہ اک بڑی بخت  نہیں آتی شاد جا کر کہتے ہیں جوانی</p>	



## غزل بتاریخ ۲۱- جمادی الاول ۱۳۳۷ھ روز شنبہ بقیام شادنگر

معاگر ہی جفا - پھر تو جفا اور سہی	عشق کی تیرے ستمگار بلا اور سہی
آزمائیں گے کبھی ہم بھی مقدر اپنا	اگر وفادار ہو غیروں سے وفا اور سہی
قل کرنے سے مرے دل پر چم ڈرتے ہو	نہ کرو چور و جفا خوفِ خدا اور سہی
عہد کر کے جو وفا غیروں سے تم کرتے ہو	ہم وفاداروں سے تھوڑی سی وفا اور سہی
گھر میں رہتے ہوئے اکتا گیا ہو جی اپنا	کچھ دنوں شادنگر کی یہ ہوا اور سہی
عشوہ و غم نے زخمی کیے ہیں قلب و جگر	ترکشِ نازیں اک تیرے قضا اور سہی
تم خداوند ہی کہلاؤ تو زیبا ہو	دو جہاں کا جو ہو مالک خدا اور سہی

شاد یہ بت نہ کریں بندگی گراپنی قبول

چلو بھجانہ سے پھر اپنا خدا اور سہی

## غزل بتاریخ ۶- ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ روز پنجشنبہ بقیام مست مبارک

آئیں جو وہ پہلو میں سینے سے لگائیں گے  
 ہمدردِ انھیں دل کا ہم اپنے بنائیں گے  
 ہم نے رَوِ الفت میں جان تک بھیجی کر دی  
 اور خاک ہوئے آخر کیا اب بھی نہ آئیں گے

چھیڑے نہ ہمیں کوئی دل میں ہو جائے درو  
 جو کوئی سنگیں دل اُس کو بھی رلائیں گے  
 جائیں گے کہاں بچ کر عشاق کے جذبات  
 پر دے سے انھیں باہر ہم کھینچ کے لائیں گے  
 دل میں جو وہ دیکھیں گے جس دم کہ حال اپنا  
 ہو جائیں گے خود رفتہ آئینہ بنائیں گے  
 رہنے کا مقام اُن کا پوچھو تو مراد دل ہو  
 کہے میں نہ مندر میں دل میں ہی ہائیں گے

عاشق جو ہیں گیسو کہے ہندو مسلمان سب  
 کیا تشاد سا وہ اُن کو کافر نہ بنائیں گے

غزل بتایا۔ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ روز شنبہ بقام سند مبارک

شہرت اگر غرض ہو تو برق اٹھا ہے گر چاہتا ہو کہے میں مندر میں ہے وہ آستانہاں ایسے کہ وہ آشنا نہیں سو وہ ایسی ہو دل کو ہوا خواہ کے ترے	زیبا نہیں ہو رخ پہ جو پردہ پڑا ہے بہتر جگہ ہو اُس کو مے دل میں آ ہے مانند سائے کے وہ ملے اور جدا ہے ان تیرے گیسو کی چلتی ہو آ ہے
--	---

<p>کچھ بھی اگر وفا ہی تو ایسا نہ چاہیے          دل کے مکاں میں آکے زرا اب پھر بیٹے          پوچھا جو میں نے کس لیون پر تقا ہی          اپنی حقیقت اپنے میں ہم آپ پلگے          دل کو شکا رکرتے ہوتا ہے لحاظ          آتے ہیں سب پھپکے مرے پاس اس لئے</p>	<p>اخیار کے حضور میں میرا گلار ہے          اگر چاہتے ہو بابِ تمنا کھلا رہے          بولے ہی خوب کبے پہ پروہ پڑا ہے          ہم اپنے آپ اُنیہ خود نما رہے          تیر نظر سے اُس کا نشانہ ملا ہے          منظور ہو کہ راز پہ پروا پڑا رہے</p>
--	---

کبے گئے نہ دیر گئے شاد خوش نصیب

جو اہل دل ہیں کن کبھی ہم دل میں جا رہے

غزل بتایں ۹- ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ روز یکشنبہ بquam سند مبارک

<p>صل سے شاد ہو کر عاشقِ ناشاد کبھی          خاک کر ان کو جلا کر جو جلاتے ہیں مجھے          میری ہستی کے مٹا دینے کی تدبیر یہ ہو          میں نے مانا کہ ستم کرنے میں مشاق ہو تو          باگیاں کو نہیں یاد رہی پیامِ قاصد          صدمے پہ سہ کے غمِ ہجر کے خاموش رہے</p>	<p>نہ یہ نالہ ہو نہ یہ آہ نہ فریاد کبھی          کچھ دکھا دے اثر اس گرمی فریاد کبھی          خاک کر دے کبھی اور خاک کر برباد کبھی          رجم بھی سیکھ لے کچھ اوستم ایجاد کبھی          کاش سن لیتا زبانِ مری و داد کبھی          ہم نے سیکھا ہی نہیں نالہ و فریاد کبھی</p>
---	--

دیرو کعبہ میں گئے اور کبھی میخانے میں  
کبھی پابند رہے شہاد اور آزاد کبھی

غزل بتاریخ ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ روز جمعہ بمقام شادنگر

اس گھڑی یاد ہے پیونخ کے گیسو مجھے	ہونے سے اہل دل شہجائے میں کجا تو مجھے
ہر جنون عشق تیرا فتنہ سرنگی	وی اسی وحشت نے تعلیمِ مہم آہو مجھے
اُس کی تصویر خیالی سے میں آغوش میں	بیخودی لبت نہیں کھوتی غوسی سے تو مجھے
جذبہ بے اختیار شوق نے گم کر دیا	کیوں نہ ہو لبث میں گم گشتگی کی خوشی مجھے
چلتی ہو گلزارِ ہستی میں نسیمِ نفاس کی	یہ اڑا لیجائے گی اک دن برباں مجھے
وصل کہوتے ہی بتیابی ہوئی ٹل کی فزوں	چین اک دم بھی نہیں آتا کسی پہلو مجھے

کر دیا ہر دل کو لبث شہاد اس کے ناز نے  
یتیم بُراں ہر ادا سے جنبشِ ابرو مجھے

غزل بتاریخ ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ روز جمعہ بمقام شادنگر۔ بر مصرعہ مطح

مشاعرہ بزمِ ناطق قصور پنجاب

ہم پرستارِ خدا ہیں آپ ہیں اصنام کے	اب سمجھ لیں آپ معنی کفر اور اسلام کے
سچ جو پوچھو ہو کرامت آدمی کا ہر عمل	ہیں وہ نادان متعجب منتہی حج الہام کے

ایک ہی مجہود ہر فرقوں میں پیام ہے کہ دو  
تھا مسلمان کوئی کہتا ہو میں ہندو ہو گیا  
فی الحقیقت سارے جھگڑے خیالی بات ہو  
فرق ظاہر ہو کہ ہندو اور مسلمان اور ہو  
ہند کو ہندو مسلمان کو مسلمان ہی جنہ  
جو کوئی جس قوم میں پیدا ہوا اس کا ہو وہ  
چاہتے ہیں ہر طرح سے ہوترقی قوم کو  
اہل مذہب کے سلف سے اپنا مذہب ہو پسند  
سچے دل سے جو کوئی بندہ خدا کا ہو گیا  
زندہ معشوق شمع عاشق و مرے پہچان لو  
لڑتے ہیں ہر بیتی پر کون ہو باطل پر کون  
ولیں ہندو مسلمان کے جگہ وحدت کی ہو  
ایک لک کے ہزاروں متھے ہیں باندی غلام  
کوئی کہتا ہو اللہ اور کوئی کہتا ہو خدا  
شکا دھونی مشربی میں ہم کون جھگڑیں کیا

فوق کیا ہو کہ خدا کے بندے ہوں یا ہم کے  
کوئی ہندو کہتا ہو میں حق خدا اسلام کے  
سارے یہ خطرے ہیں دل میں شبہ اور مام کے  
نطفے کے اطوار ظاہر ہو کچھ خاص عام کے  
ماہیت نطفے کی بدلے ایک مشکل کام کے  
کلب بدلے ہیں روبا کے اور مام کے  
اس لیے ہیں اب مخالف یہ اسلام کے  
ایسے ہی جھگڑے چلے آتے ہیں کل قوم کے  
نیک ہیں اعمال سب میں نیک انجام کے  
مذہب ہندو کے متھے مذہب اسلام کے  
خوب لیتی ہو زبان ان کی منے و شنام کے  
میان جیسے مختلف متھے ہیں اک مصداق کے  
کالی گوری و سبھی ہوں جس طرح سے شام کے  
کوئی کہتا گاڈ ہو اور کوئی کہتا رام کے  
ہم تو دل سے ہیں اپنے شہ اسلام کے

غزل بتاریخ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ روز جمعہ بمقام شادنگو

یہ عنزل بر مصر طبعی شاعرہ بزم ناطق واقع تھو پنجاب لکھی گئی

حضرت شیخ یہ آریہ سے نفرت کیوں ہے	بے سبب آپ کو شہی سے عداوت کیوں ہے
آپتے ہو طہارت جسے شہی ہو وہی	گر ہو طہارت عداوت کیوں ہے
آپتے ہیں شہی تو ہر ہم سے مختص	تم سے ناپاکوں کو شہی سے نسبت کیوں ہے
آریہ ہو کے خاکتے ہیں حضرت شیخ	ہم سے ہر بات میں ناطق تھیں کیوں ہے
کیا سبب ہے جو سمجھتے ہو میں تم ناپاک	ہم تو ہیں پاک تری فیضیت کیوں ہے
شیخ فرماتے ہیں ناپاک نہیں ہو کر تم	بھنگی اور چوڑوں کی شدت محبت کیوں ہے
شاستر نے تمہیں لباس کی اجازت دی ہے	بھنگی اور ڈھیروں پہ پلان طبعیت کیوں ہے
کام ہر ایک تمہارا ہو نمائش کے لئے	سامی جی فعل عبت تمہیں غبت کیوں ہے
اپنے مذہب میں ملا لیتے ہو بھنگی چوڑے	پاک مذہب تو پھر ہی حاکم کیوں ہے
ذات کے آپ گر اعلیٰ ہیں تو پھر سامی	ایسے ارزال سے دل نال فلت کیوں ہے
دعویٰ عزت قومی میں جو کرتے ہو غلو	ادنیٰ جو لوگ ہیں ان سے محبت کیوں ہے
بھنگی چوڑی بھی کہیں ٹھٹھے پہ کیا کاتیری	تم کو ان لوگوں میں سرچند کیوں ہے
ان کا چٹا بنیں کھاتے بتاؤ تو ہسی	جب سے قوم میں پھر ان سے نفرت کیوں ہے

جب کوئی شہد ہوا پھر اس سے تنفر کیا جب کسی قوم کا کوئی بھی سلمان بچائے جب ملاقوم میں یہ غیر نہیں کہہ سکتا آج کل کس لیے لڑتی ہیں قومیں اور شہاد شیخ کہتے ہیں مسلمان بنیں سب ہندو الغرض اپنی ہی اپنی ہو پڑی سب کوشا جب کہ امیر ہو سولاج کر نیگے حاصل	جھوٹا اس کا نہ کبھی کھائیں گے جھوٹیں ہو معترض یہ نہیں کہنا ہیں افسانے ہو کھانے اور پینے میں ساتھ اس کے یہ عجب ہیں دل کے آئینے پر چھائی کیہ ورت کیوں ہو ہندو کہتے ہیں مذہب میں جرات کیوں ہو کیا کہیں ہم کہ یہ قوم کی حالت کیوں ہو پھر آپس میں کیوں پوچھے عداوت کیوں ہو
---	---

تم تو اس شہاد موحہ بھی ہو اور صوفی بھی  
سب سمجھتے ہو کہ قوموں میں عداوت کیوں ہو

غزل بتاؤ ۳۳ روز بقیہ ۱۳۳۱ھ روز یکشنبہ بقیام مسند مبارک

گر چہ ہر گونہ ہو راحت جسم انسان کے لیے جو ہر قابل ہو گراؤں کو جہاں میں فوج حق شناسی ہو اگر تجھ میں پھر عارف تیرے بن علم جو معلوم تک پہنچاے وہ ہو علم حق دل جو عارف کا ہو وہ گنجینہ اسرار ہو	وصل جاناں ہی راحت ہو دل جان کے لیے بحر و بریں آبرو ہو در غلطان کے لیے آگہی لازم ہو حق پہلے عفاں کے لیے اسکے کچھ حاصل نہیں ہو موداں کے لیے معرفت لازم ہو واعظ راہِ پناہ کے لیے
---	---

خوف کیوں تاہو نادان اور حد صاف ہے | خا رسہ میں نہیں پہنچا کہ دنیا اس کے لیے

راہ وحدت میں تصور حق کا اپنے ساتھ ہے  
شاد کس کو خوف ہے شیطان کا ایمان کے لیے

غزل بتاریخ ۲۵- ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ روز شنبہ بھام تاپورا ٹیشن

اپنے جذبہ حسن سے لبرال کر دل کھینچ لے | تو خود اس لبر کو اس شیلے کا دل کھینچ لے  
سرکھنچ آیا ہے مقتل میں یہ تیرا جان نثار | اب کس سے تیغ اپنی جلد قاتل کھینچ لے  
کہد و نیوٹن سے کہ تیری کشش ہیکار ہے | دیر کیا ہے تو اگر حق پہرہ قاتل کھینچ لے

جذبہ الفت کا کسے کیا کوئی دعوے فلسفی  
ہو اگر تجھ میں کشش آکر مقابل کھینچ لے

غزل بتاریخ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ روز شنبہ بھام سند مبارک

وہ صبح طرب عیش کی وہ شام کہاں ہے | وہ چین کہاں دل کا وہ آرام کہاں ہے  
پہلے جو تھی وہ غیرت اسلام کہاں ہے | وہ ہنر و نوں کا نام وہ صمیمیت کہاں ہے  
وہ لوگ سخاوت جو کیا کرتے تھے دن رات | اب ہیں کہاں وہ کریم عام کہاں ہے  
ہر دے کی آج کل او شاد پرستش | اللہ کا کسی گھر میں اب نام کہاں ہے  
وہ ولولہ شوق وہ بیتابی دیدار | وہ طور کہاں ہے وہ لب لبام کہاں ہے





<p>قانون دیں میں کچھ دل سونہاں ہماری اک ن یہ ہو کہ ذلت ہو مہمانی ہماری اب یوم و صوم و شہ و عید میں قضاں ہماری بدروا حد میں چکی تیغ و سناں ہماری مانے ہوئے تھا اٹلی شہ زوریاں ہماری اوپر تھیں آسمان سروریاں ہماری مانے ہوئے حکومت ہر حکمران ہماری سینے میں دشمنوں کو ڈوبی سناں ہماری دیکھی ہو شان تو نے ہندوستان ہماری گر جاؤں میں بھی گونجی صورتِ انہاں ہماری لیکن بہار اب ہو صرف خزاں ہماری</p>	<p>شیرازہ سیاست بکھرا تھا ہم نے بانہا اک ن وہ تھا عزت دیتے تھے ہم جہاں اک ن وہ تھا کہ نوبت بھی لپنے درپر غیر کے پھروں میں گاڑا ہی ہم نے زہر ہم نے دھوئیل لٹکے رومالی سلطنت کے ہم کیا تھے پر شلم کے مینا جاتے ہیں غفور اپنا تاج قبصر مطیع اپنا کفار کے سروں پر چکین تہا ہی تیغیں ہم آٹھ سو برس تک فرماں واسے ہیں دنیا کے بتکدوں کو ہم نے بنایا سجدہ ہر طرح شاد کامی ہم کو رہی میسر</p>
--	---

اے شاد ہم ہیں حق پر تم یہ یقین رکھو  
محنت کبھی نہ ہوگی یہ راگیاں ہماری

## بڑھ چڑھ کر

<p>ذلت لازوال ہوں عزت افترا کیا          میں ہوں بلاکش ازل مجھ کو بلائے عار کیا          شعلہ شرفِ فتاں ہو کیا برق شرابہ با کیا          اٹھ گئے سب حجابِ حسن آنکھ ہو پردہ دار کیا          ابلقِ روز و شب پہ ہو چنی بھی شہسوار کیا          سمجھے مگر نہ عیش میں تاج کا ہو وفا کیا          ایسا بھی قوم کا کوئی دیکھا ہو جانِ تنہا کیا          اس نئی روشنی میں اب نہ ہو تیرا کیا          ہو گئی جس سے دشمنی اس پہ ہو اعتبار کیا          دیکھ لیا مگر مرے سینہ داغدار کیا</p>	<p>دہر کا انقلاب ہوں اب مرا اعتبار کیا          مسیت و استیت میں ہیں ہوں پائند          نالہ و گداز ہوں آہ جگر خراش ہوں          محوِ جلالِ یار ہوں رہنِ خیالِ یار ہوں          پشتِ فرس ہو زبرِ جلالِ دنِ خیرِ طبعِ زہر          تاجِ تعزّیٰ منِ تشابہم کو خلع نے تھا دیا          ہنر و عیب کی سرزد نہیں ہمارے ہوک ہو          دہر سے حال اٹھ گیا دادِ طلبتیں کس سے ہم          غما ہمیں جن پہ اعتبار ان کو ہیں سے بغض ہو          دامنِ صبح چاک ہو ماہ کا چہرہ بھی حق</p>
--	--

نشا د نے دل بھی دیدیا جانِ خیز بھی نہ کی

دیکھا ہو آپ نے کہیں ایسا وفا شعار کیا

اے چونکہ اس مشاعرہ کی ہر دو طرح کی دونوں غزلوں کو ایک جگہ لکھا مناسب تھا اس لیے  
 اس غزل کو روینا لفظ میں درج کرنے کی بجائے یہاں پر جگہ دی گئی۔

تمام شد



ملنے کا پتہ محبوب پریس عملاق پٹیکارن سید راہاؤدکن

## فہرست کتب

تصانیف پرنسپل ایچ راجایان کمرشن پرنشیا و ہماراجہ بہادر پرنس الساطنتہ کسی آئی ایسی جہاں آ  
پیشکار و سابق دارالہرام آصفیائی لکھنؤ یہ ہندو ڈاکٹریٹ حضرت آصف غفران مکان علیہ الرحمۃ

سری	نام کتاب	پیشکار	نام کتاب
۱	ترجمہ خیال ہر سہ ماہی	۲۰	جدید ہشتاد
۲	ریاضیات شاد	۲۱	نیمہ ہشتاد
۳	ایضاح تہذیب	۲۲	دوسرا
۴	ہدیہ شاد و دیوان فقہیہ	۲۳	نفر و ہشتاد
۵	الکون تاریخ	۲۴	صبح امید
۶	نیر پنجاب	۲۵	ازمخان و نارت
۷	تیسرے ہفتہ	۲۶	مجموعہ مناجات
۸	تہذیب و تمدن	۲۷	مشکوٰۃ بہار
۹	قریباؤ شاد	۲۸	دین حسین
۱۰	انگریزوں کی تاریخیں	۲۹	انجم حسین
۱۱	تہذیب کی لڑی	۳۰	سپاس نامہ
۱۲	تہذیب و تمدن	۳۱	تہذیب و تمدن
۱۳	ایضاح شاد	۳۲	تہذیب و تمدن
۱۴	سیر و سفر	۳۳	آفتاب عالم
۱۵	نارت شاد	۳۴	شہری شہید و حید
۱۶	انگریزوں کی تاریخیں	۳۵	شہری آئینہ وجود
۱۷	تہذیب و تمدن	۳۶	تہذیب و تمدن
۱۸	تہذیب و تمدن	۳۷	تہذیب و تمدن
۱۹	تہذیب و تمدن	۳۸	تہذیب و تمدن
۲۰	تہذیب و تمدن	۳۹	تہذیب و تمدن



ش ۱۱  
(ب ش)

۸۹۱۵۲۳۱۴

DUE DATE

---

۸۹۱۳۲۵۴۴  
 (ب.ش)  
 ۳۲.۴۷

Date	No.	Date	No.